ضمیمۂ اردو کلیاتِ نظمِ حالی

مشتملہ بر

نظم و نثر فارسی و عربی

جو ابتدائے سن تمیز سے ۱۳۳۲ھ تک مختلف اوقات میں
عالیجناب شمس العلما مولوی حافظ خواجہ الطاف حسین صاحب حالی
کے کلکِ جواہر سلک سے تراوش پاتی رہیں
اور اب فائدۂ عام کے لیے
حسب فرمایش جناب حافظ محمد یعقوب صاحب مجددی پانی پتی
سنہ ۱۳۳۲ھ
خاکسار حافظ عبدالستار بیگ نے اپنے
[illegible] برقی واقع دہلی میں طبع کیا

قیمت فی جلد ۱۲ آنہ
تعداد جلد ایک ہزار

فہرست مضامین ضمیمۂ اردو کلیاتِ نظمِ حالی

تمت

صحتنامہ ضمیمہ اردو کلیات نظم حالی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	سیقادر	کیسقدر	۸۳	۱۸	سدلے	صدائے	۱۲۶	۱۲	بالن دایا	بالڑوایا
۱۳	۱۲	یاماے	باراسے	۸۴	۶	صوتِ بریں	صوتِ حال بریں	۱۲۷	۲	صدق	صدوق
۱۶	نوٹ	سنجری	سنجزی	″	۱۳	کسانے کہ	کسانے راکہ	″	″	مصیب	مصیپ
۱۹	۱۰	شبیہہ	شبیہ	″	۱۹	موانع	مواقع	″	۵	قھقری	قھقرائے
۲۰	۱	وداع	وداع	۸۶	۸	اورازازلی	اوراثاراول	″	۸	مہابتہ	مہابتہ
۲۵	۴	انتی	اُفتی	″	۱۱	آں راکارنیک	آں کاررانیک	″	۱۶	تاثرہ	ماثرہ
۲۶	نوٹ	روف علیخاں	یوسف علیخاں	۸۸	۵	کراقرادمیک	کراقرادیک	۱۲۸	۲	سینفدن	سبنفدن
″	″	متم	متیم	۱۰۱	۵	لایعتبر	لایعتبر	″	۵	کمثلی	کمثل
۳۰	۱	ازایں	ازیں	۱۰۶	۷	درکوچہ	جزدرکوچہ	″	۱۰	قل رکشفت	قل کشفت
″	۱۵	کوفت زیں	کوفت زی	۱۰۷	۳	ودرشیوہ بیانی	وورشیوا بیانی	″	″	اغلفوہ	اغلفوہ
۳۴	۱۶	خلق در	خلق را	″	۱۱	آمدہ وبہ کسب	آمدہ بہ کسب				
۳۶	۱۷	آں سراوج	آں سراوج	″	۱۲	لطافت بحرا	لطافت بہرا				
۳۷	۷	سنجاں	سنجاں	۱۰۸	۱۸	ولودیعش	ولوددیش				
″	۱۳	لیست ایں	نیست ایں	۱۱۱	۹	عالیہ	علیہ				
″	۱۵	بہرہ برو	بہرہ برد	۱۱۵	۹	من ہم	ومن ہم				
۴۰	۱	سبررشتہ	سررشتہ	۱۱۷	۶	ویدار بوصال	دیدار وابصال				
۴۲	نوٹ	راقم خود	راقم خود گیا تھا	″	۱۱	علۃ	علۃ				
۴۶	۸	آہ اثاں	آہ اثاں	″	″	التیتم	التسم				
۵۲	۱	مکشوو باندنختہ	الکشادہ باندنختہ	۱۲۱	۹	ابق	ابق				
″	۲	درکس نجیدہ و	درکس نجیدہ	″	۱۰	فیما یرمی	فیما یوری				
۵۴	۴	استقباط	استنباط	۱۲۲	۱	ارجو	آرجو				
۵۵	نوٹ۱	سنہ ۱۰۹۵ ہجری	سنہ ۸۹۵ ھ	″	نوٹ۱	مرشیا	ہم رشیا				
۵۹	۱۹	مایہ صولت	سایۂ صولت	″	نوٹ۳	پس اس	پس اُس				
″	″	اندانند	اندازند	۱۲۳	۴	من بتنات	من بینات				
۶۲	۱۹	مستنصر باسد	مستنصر باللہ	″	نوٹ۱	برائیاں	بُرائیاں				
۶۸	۱۵	خلفاے ثلاثہ	خلفائے ثلاثہ	۱۲۴	۴	صوالات	صوالات				
۶۹	۱۳	کتاہت	کتابت	۱۲۵	۱۳	للعز	للعز				
۸۱	۲	اوپس انہ	اوپس از	″	۲۰	الجلابب	الجلابیب				

ضمیمہ اُردو کلیاتِ نظمِ حالی

مشتمل بر

نظم و نثر فارسی و عربی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تیرہویں صدی ہجری کے وسط تک ہندوستان کے مسلمان بالطبع فارسی زبان میں نظم و نثر لکھنے اور خط کتابت کرنیکے عادی تھے جس شخص کو ادب سے مناسبت ہوتی تھی۔ وہ اکثر فارسی زبان کی شاعری اور انشاپردازی میں طبع آزمائی کرتا تھا اسکا سبب کچھ تو اسلاف کے طریقے کی پیروی کا خیال تھا جو عموماً فارسی زبان میں تصنیف تالیف کرتے تھے۔ اور کچھ یہ وجہ تھی کہ اُردو جو اُنکی مادری زبان تھی زیادہ تر بول چال میں اور اسیقدر شعر و سخن میں محدود تھی۔ اور ہر شخص کا یہ کام نہ تھا کہ پہلے ہی پہل شارع عام کے خلاف ہر قسم کی تحریروں میں اُردو زبان کو استعمال کر سکے۔ بڑے بڑے ذی علم اور لائق اصحاب اردو زبان میں خط کتابت کرتے ہوئے ہچکچاتے تھے۔ چنانچہ اردو زبان کے قواعد[۱] تک فارسی ہی میں لکھے گئے۔ اور اردو کے شاعروں کا تذکرہ[۲] بھی فارسی ہی میں قلمبند کیا گیا۔

ایک اور وجہ اُردو زبان کا رواج نہ ہونے کی یہ تھی کہ اہل علم اور لائق اشخاص اردو میں تصنیف

---

[۱] جیسے میر انشاء اللہ خاں کی دریائے لطافت ۱۲ [۲] جیسے تذکرہ گلشن بیخار مرتبہ نواب مصطفٰے خاں مرحوم ۱۲

تالیف یا خط کتابت کرنے کو اپنی کسرِ شان سمجھتے تھے۔ چنانچہ مذہبی اور علمی کتابیں اکثر عربی زبان میں اور کبھی کبھی فارسی میں لکھی جاتی تھیں۔ مگر رفتہ رفتہ زمانہ کے انقلاب سے وہ میلان کم ہونا شروع ہوا۔ اور آخر کار یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ دونوں زبانوں میں تصنیف و تالیف کرنا یا نظم و نثر لکھنا موقوف ہی نہیں ہوا بلکہ بمقابلہ اردو زبان کے محض فضول سمجھا جانے لگا۔ عربی علم ادب تو بہت دن پہلے مُلک سے رخصت ہو چکا تھا۔ مگر غالب مرحوم اور اُنکے معاصرین کے بعد فارسی شاعری اور انشا پردازی کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

مذکورۂ بالا انقلاب سے تقریباً سولہ سترہ برس پہلے راقم کو فارسی نظم و نثر لکھنے کا خیال پیدا ہوا تھا لیکن ایک عرصہ تک وہ خیال میلان طبع کی حد سے آگے نہیں بڑھا۔ حُسنِ اتفاق سے سنہ ۱۸۶۳ء میں میرا تعلق جناب غفران مآب نواب محمد مصطفےٰ خاں مرحوم و مغفور رئیس دہلی و تعلقہ دار جہانگیر آباد ضلع بلند شہر کی سرکار میں جو کہ فارسی میں حسرتی اور اردو میں شیفتہ تخلص کرتے تھے۔ ہو گیا۔ اور اس تعلق کی وجہ سے تقریباً آٹھ نو برس اُنکی خدمت میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ چونکہ جناب ممدوح کا قیام سنہ ۱۸۵۷ء کے بعد سے زیادہ تر جہانگیر آباد میں رہنے لگا تھا۔ جہاں مخاطب صحیح کمیاب تھا۔ اسلیئے وہ فکر شعر کیطرف بہت کم متوجہ ہوتے تھے۔ لیکن جب راقم وہاں رہنے لگا تو رفتہ رفتہ جناب ممدوح کا شوق از سرِ نو تازہ ہو گیا۔ اگرچہ اُس وقت تک مجکو فارسی یا اُردو میں فکر شعر کرنے کا بہت ہی کم اتفاق ہوا تھا۔ مگر جناب ممدوح کو اِدھر متوجہ دیکھکر میرے دل میں بھی تحریک پیدا ہوئی۔

فارسی یا اُردو کی جس زمین میں وہ غزل لکھتے مجھے بھی اپنے ساتھ شریک فرماتے۔ اِنہیں میں تنہائی اور قلتِ مشاغل کے سبب عربی ادب کی ہوس بھی دل میں چُٹکیاں لینے لگی۔ اگرچہ علم ادب کسی اُستاد سے باقاعدہ پڑھنے کا کبھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ اور نہ کسی ادیب سے اصلاح لینے کا موقع ملا تھا۔ مگر چونکہ لٹریچر سے فی الجملہ مناسبت تھی۔ کبھی کبھی ڈکشنریوں کی مدد سے ادب کی آسان کتابیں

دیکھنے لگا۔ شدہ شدہ یہانتک نوبت پہنچی کہ عربی نظم ونثر پر خودرو مبتدیوں کیطرح ہاتھ ڈالنے کی جرأت ہوئی۔ غرضکہ فارسی اور اُردو کے ساتھ عربی نظم ونثر میں بھی جیتنا جیتنا خامہ فرسائی کرتا رہا۔ آخروہ زمانہ آپہنچا کہ فارسی اور عربی کے مخاطب صحیح تمام مُلک میں نایاب ہوگئے۔ اور دونوں زبانیں ہندوستان کی مُردہ زبانوں میں شامل ہونے کے قابل ہوگئیں۔

یہ تو ظاہر ہی کہ مادری زبان کے سوا دوسری زبان میں جو نظم یا نثر لکھی جاتی ہی گو کہ وہ کیسی ہی بے عیب ہو اہل زبان کی نظر میں اُسکی کچھ وقعت نہیں ہوتی۔ الاماشاءاللہ۔ ہاں یہ ممکن ہی کہ اہلِ وطن کے نزدیک قبولیت کا درجہ حاصل کرلے۔ لیکن جب اہلِ وطن کسی ملکی انقلاب کے سبب اُس غیر زبان سے بیگانۂ محض ہوجائیں۔ اور اُسکی جگہ ملک میں دوسری زبان قائم ہوجائے تو رفتہ رفتہ اُسکی شاعری اور انشاپردازی کا چراغ ہمیشہ کے لیئے گل ہوجاتا ہی۔

یہی حال آجکل ہندوستان میں فارسی اور عربی لٹریچر کا ہی۔ دونوں زبانوں کی نظم ونثر کے مسوّدے جو کبھی کبھی کے لکھے ہوئے پڑے تھے۔ اُنکی نسبت متردد تھا کہ انکو کیا کیا جائے قوم میں کوئی ایسی محفوظ لائبریری نظر نہ آتی تھی جہاں افراد قوم کے ذکر اچھے یا بُرے احتیاط کے ساتھ رکھے جائیں۔ پھر اہل وطن کا ان دونوں زبانوں سے عمومًا ناآشنا ہونا اپنے اِس قدیم شعر کا مضمون یاد دلاتا تھا ؎

سخن پر ہمیں اپنے رونا پڑے گا یہ دفتر کسیدن ڈبونا پڑے گا

لیکن مذکورۂ بالا مسودات کچھ تو اس وجہ سے کہ بڑی کاوش سے لکھے گئے تھے اور زیادہ تر اِس خیال سے کہ قومی خصوصیات کی یادگار تھے۔ اُنکو رایگاں کھونا گوارا نہوا۔ چنانچہ تمام بچے جس قدر بہم پہنچ سکے اِدھر اُدھر سے فراہم کیے گئے۔ اور ذیل کی ترتیب کے ساتھ اِس مجموعے میں جو کلیات نظم اُردو کے آخر میں بطور ضمیمے کے ملحق کیا جائے گا۔ داخل کردیئے گئے یعنی اول نظم فارسی۔ اُسکے بعد نثر فارسی

پھر نظم عربی ۔ اُسکے بعد نثر عربی ✦

یہ ضمیمہ اگرچہ کم و بیش فارسی اور عربی دونوں زبانوں کی نظم و نثر پر مشتمل ہی۔ مگر عربی کلام اسقدر قلیل ہی کہ اُسکا عدم اور وجود برابر ہی۔ حق یہ ہی کہ اگر اُسمیں ایک قصیدہ حضرت مولانا و مقتدانا شاہ عبد الغنی النقشبندی المجددی قدس سرہٗ کی شان میں نہوتا۔ جو تقریبًا سنہ ۱۲۸۳ ہجری میں مدینہ منورہ بھیجا گیا تھا۔ اور جسکی نسبت جناب ممدوح نے بعض اُدبائے مدینہ کی پسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا۔ تو راقم کو ہرگز یہ جرأت نہوتی کہ اپنا عربی کلام اس ضمیمہ میں داخل کرنے کی مبادرت کرتا۔

از مقام
پانی پت

حالی

نظم فارسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غزلیات

یہ غزلیں اُسی زمانے کی ہیں جبکہ خیالات میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں ہوا تھا۔ جس قسم کے مضامین غزلوں میں اوپر سے بندھتے چلے آتے تھے۔ اُسی روش پر چند غزلیں لکھی گئی تھیں۔ جنکو معدودے چند کے سوا میں اپنے موجودہ خیالات کے موافق پبلک میں پیش کرنیکے لائق نہیں سمجھتا تھا لیکن بعض احباب کے اصرار سے اُنکو اِس مجموعہ میں شامل کرنے پر مجبور ہوا۔

اے تکیہ بعفو تو خطا را ... وے ناز بخوف تو رجا را
حاجت کند از طرب فراموش ... خوانی چو بسوئے خود گدا را
جا در دلِ خویش ہم نیابد ... رانی ز درت چو پادشا را
علت تو بری و باز بندی ... بر صنعتِ دیگراں شفا را
تاثیر زتست مصلحت را ... بد نام نمودہٴ دوا را
بازار صبا نمودہٴ گرم ... برہم زدہ طرۂ دوتا را
با مشعلۂ ہزار امید ... پوشیدہ سراغ مدعا را
در روشنیٴ ہزار خورشید ... گم ساختہ چشمۂ بقا را

برقے ز افق بروں جہاندہ — ہر پارہ در رہش گیا را
زہرے بگلوے جاں فشاندہ — لب تشنۂ خویش کردہ مارا
در بردن صبر دادہ دستے — ق — انداز بتانِ دلربا را
از غیر گسستہ اندک اندک — دلہائے بالفت آشنا را
ہر یک ز قیاس و علم و ادراک — ق — از نورِ تو شد حجاب مارا
ایں پردہ کہ متہم بکشف است — بردار ز روئے عالم آرا
از آئینہ ام بجز مثالت — ہم زنگ زدا و ہم جلا را
زخمے ز تو بے نمک نخواہم — ہم درد فرست و ہم دوا را
رازِ تو بلب نمی پسندم — ہم ساز بسوز و ہم نوا را
از سختیٔ دہر رو نتابم — دانم کرم ستم نما را
از شعلۂ دل بجاں خبر کن — مہمل مگذار کیمیا را
زشتیم ز فرق تا قدم زشت — ما را در چشم ما بیارا
کردیم گناہ و فاش گفتیم — بپذیر گناہ بے ریا را
حرفِ طلبت بلب نہ زیبد — انداختیم از میاں دعا را
تا بر کرم تو تکیہ دارم — در راہ فگندہ ام عصا را
حالی! چہ زنی تو دم ز توحید — چوں نابلدی رہِ خدا را
جائے کہ بعجز اعتراف است — خیلِ عرفا و انبیا را
آنجا چہ مجال نطق باشد — ہر یافہ سرائے ژاژ خا را
اینجا جز خامشی نہ زیبد — نامحرم سرِ کبریا را

از بامِ بلند بہ کہ داری — معذور کمندِ نارسا را

چوں نہد گوش بر ترانۂ ما — رود از یادِ ما فسانۂ ما
درد مے بارد از ترانۂ ما — حذر از گرمیٔ زبانۂ ما
درد دل ہا شنیدہ بسیار — اندکے گوش کن ترانۂ ما
بایدت قدرِ خویشتن دانست — پاسے بیروں منہ ز خانۂ ما
در سراب آبِ خضر میجوئی — اے وفا جستہ در زمانۂ ما
گوہرے کز دو کون بیرون است — میتواں یافت در خزانۂ ما
زیرِ لب نا کشودہ طوطی ایست — کاش پرسی ز ما فسانۂ ما
برق کز طور داشتند دریغ — سر برآورد ز آشیانۂ ما
قدرِ حالی ز قوم کس نشناخت — عاقبت رفت از میانۂ ما

خاکساری از جہانے دیگر است — ایں زمیں را آسمانے دیگر است
شیخ معبودت نہ معبودِ من است — سجدہ ام بر آستانے دیگر است
با ہزاراں رنگ باید ساختن — یار را ہر لحظہ شانے دیگر است
اہلِ دیں معذور دارندم کہ من — آنچہ گویم از زبانے دیگر است
ہم تغافل ہم تطاول دیدہ ام — عشق مردِ امتحانے دیگر است
دل کہ بود از چشمِ مورے تنگ تر — چوں نظر کردم جہانے دیگر است

۱؎ یہ مصرعہ نادانستہ نشاط کے مصرع سے لڑگیا ہے ۱۲

برنتابد دل مدارائے کسے — درسرایش مہمانے دیگر است
بُردہ طیبِ سنبلِ زلفش زیاد — ایں نسیم از بوستانے دیگر است
مُنتہائے راہِ عشق افتادگی است — منزلِ یارانشانے دیگر است
قیس و وامق مردِ راہِ من نیند — اندریں رہ کاروانے دیگر است
من ز رویش حُسنِ معنی دیدہ ام — آنچہ دل بُردہ است آنے دیگر است
کارِ حالی نیست کارِ احمد است[۱] — درسِ عشقت را بیانے دیگر است

یارِ یا تست گرت جذبۂ گیرائے ہست — یوسف آخر رود آنجا کہ زلیخائے ہست
مے پسندی کہ ز بزمِ تو خجل برخیزم — بہ سخن گر نتواں آمدن ایمائے ہست
گو ملامت گرِ ما دل نہ بکوہش مخراش — یوسفے ہست گرت تابِ تماشائے ہست
گردشِ چرخ بکامِ و جہاں میخواہیم — در دلِ ماست ہنوز ار کہ تمنائے ہست
چوں منِ غمزدہ ناکام ہمے باید زیست — ہر کرا در شبِ راحت غمِ فردائے ہست
جائے دہ بر درِ خود ور تو برانی از پیش — نتواں یافت کہ در کون و مکاں جائے ہست
رنجش با خوشی و لطف و مدارات یکیست — خستہ را کہ چو من کارِ بہ جز ورائے ہست
ہرچند باش گر او را بہ سخن مے آری — حالیؔ تفتہ درون رادمِ گیرائے ہست

غمش تا جاں بود با جاں ضرور است — وگر خود جاں نباشد آں ضرور است

۱؎ ایں مصرع از حضرت احمد جام است قدس سرہٗ کہ در مطلع غزل خود میفرمایند۔
درسِ عشقت را بیانے دیگر است — مرد ایں رہ را نشانے دیگر است

ز تکلیف تو دانستم که در عشق	نباشد آنچه در امکاں ضرورست
چو پیشم خواجہ نافرماں نوازست	سرم پیچیدن از فرماں ضرورست
بطبعم ساز گار افتاد درویشی	هر آنچه هست از درماں ضرورست
زما شوق و ز دست داد بینوائی	گذشتن از سر و ساماں ضرورست
کشد چوں تیغ بیخبر جاں افشاں	سپاسے در خور احساں ضرورست
کمند جذبۂ دل در کمین است	خلاص یوسف از زنداں ضرورست
بفرمائش و هم تنها نباشد	که پاس خاطر یاراں ضرورست
چہ عبرت از زباں بگفت حالی	قبول عشق را حرماں ضرورست

من و آرسے و دستے پیمانہ و یار و لب کشت	نه ز دوزخ بدلم بیم و نه پروائے بہشت
ترسم این حسن قبولت برد از راه صفا	خواجہ وقتست که از کعبہ روی سوئے کنشت
پردہ گر بر فتد از نقش خسرونت بینی	همہ پاکیزہ نهاد و همہ پاکیزہ سرشت
گر بگیرد همہ عیب است چہ عیب و چہ هنر	ور پذیرد همہ زیباست چہ زیبا و چہ زشت
عمرها از تو بناکام همی باید زیست	واے آنکس که ز کف دامن امید نہشت
ترسم از کعبہ بری حسرت دیدار بخویش	اے تو درماندہ بنظارۂ سنگ و گل و خشت
هر رقم را نبود حسن قبول ازلی	ورنہ حافظ چہ نوشتست که حالی ننوشت

صید عنقاست پریدیم عبث	راہ دورست دویدیم عبث
بودہ زهرے بشکر آلودہ	لذت وصل چشیدیم عبث

جذبہ آمد و بر منزل بُرد — راه یکچند بُریدیم عبث
گوش و لب محرمِ راز نداشت — ہر چہ گفتند و شنیدیم عبث
بود در ظرفِ مغاں آبِ بقا — منّتِ خضر کشیدیم عبث
دل ہماں بتکدہ پنداراست — جائے در کعبہ گزیدیم عبث
جذبِ دل داشت زمامش ورنہ — از پئے ناقہ دویدیم عبث
عشق از خویش بُریدن میخواست — حالی از خلق بُریدیم عبث

روز محشر کہ ز ہر شیخ و برہمن پرسند — سر ہم قصۂ شوق تو چو از من پرسند
دل رُبایند و بما صبر و شکیب آموزند — جاں ستانند و ز ما باعث شیون پرسند
بگذر از وسوسۂ عقل کہ ارباب طلب — راہ از غولِ رہ و چارہ ز رہزن پرسند
بادۂ بے خبری نطق مرا در کار است — مے بیارند و ز من نکتۂ ہر فن پرسند
روئے از فرع بہ اصل آر کہ ارباب طلب — گل ببینند و سراغِ رہِ گلشن پرسند
بندہ را نیست مجالِ سخن آنجا حالی — ورنہ افسانہ دراز است گر از من پرسند

بیا کہ جان و دل از غم کرانہ میخواہند — ز رشک خار بچشمِ زمانہ میخواہند
ز جور ہائے تو در سینہ نیست گرد ملال — بصلح با تو سخن در میانہ میخواہند
خوش است آشتی اما پس از شکایتہا — کہ دوستاں گلہ دوستانہ میخواہند
ادب ز حرفِ طلب بستہ است کام و زباں — وگرنہ از تو حریفاں چہا نہ میخواہند
بہ گلشنے کہ ہمہ طائرانِ آزاد اند — بروں ز کون و مکاں آشیانہ میخواہند

شدیم شہرۂ عالم بعشق و بیدرداں ہنوز از غمِ پنہاں نشانہ میخواہند
تن فتادہ دراں رہگذار مے طلبند سر بریدہ بر آں آستانہ میخواہند
رسید نظم بہ پایان و گوشہا باز است نشیدِ حالی جادو ترانہ میخواہند

بے سبب رنجی و گوئی گلہ زیبا نبود طاقتِ جورِ تو در حوصلۂ ما نبود
سعی اگر نیست بجا ذوقِ طلب نیز چہ کم است رہرو آں بہ کہ ز رفتار شکیبا نبود
مردِ صبریم و رضا لیک بہنگامِ وداع بازوئے ہمتِ ما نیز توانا نبود
لطفِ طاعت چہ بود نیست اگر ذوقِ نظر نہ پرستم صنمے را کہ خود آرا نبود
مے دَرَد رشکِ عدو پردۂ طاقت ورنہ غمِ عشقِ تو چنیں حوصلہ فرسا نبود
مجلسِ وعظ ملامت گہِ ما غمزدگاں کم نشینیم بہ بزمے کہ مدارا نبود
ہمہ در غیرِ تمنا گر بجہانم گذری جز تو در سینہ ام از تنگیِ دل جا نبود
قدرِ استادیِ من برورِ خود سنج کہ من باز گردم در فردوس اگر وا نبود
فتنۂ حشر بپا گشتہ و حالی بجہاں کایں ہم از شعبدۂ آں قدِ رعنا نبود

برقع برخ افگندہ و ہر سو نگرانند فریاد کہ ایں پردگیاں پردہ درانند
از زلف و رخ آشوبِ دلِ بوالہوسانند ور ناز و ادا فتنۂ صاحب نظرانند
جاں داروئے عشاق و بکامِ دلِ اغیار عمرِ ابدِ ما و نصیبِ دگرانند
صد حرف غلط گفتہ بخاطر نشانند صد تیرِ خطا کردہ ز دل در گذرانند
سازند و بسوزند و گرایند و ربایند زنہار ازیں قوم کہ پر فتنہ گرانند

از چشم جہاں بیں چہ زیاں اہل نظر را — ہر سو کہ ببینند بسوئے تو نگرانند
آشفتگی از نغمۂ مستاں نہ ز ہوش است — صد خندہ توان داشت کہ آشفتہ سرانند
حد نظر آنست کہ رویش نتوان دید — پیداست کہ ایں مدعیاں بے بصرانند
امید کہ از ساز خبر داشتہ باشند — دیوانہ دلانے کہ ز خود بے خبرانند
حالی تو بہر حرف و صد نکتہ نہفتست — سنجندہ دریں بزم اگر نکتہ ورانند

عالم ہمہ در بند تمنائے تو باشد — گر صوفی و گر زند کہ شیدائے تو باشد
آتش زن صد خرمن و ویراں کن صد دشت — ہر فتنہ کہ در نرگس شہلائے تو باشد
آں سادہ کہ در عہد تو خرسند بہ ہیچ است — دل باختۂ لطف مدارائے تو باشد
خرسند نمی سازی و غمگیں نپسندی — ناکام کسے کش سر سودائے تو باشد
نومید مکن ورنہ محال است کہ کس را — یارائے تحمل حوصلہ فرسائے تو باشد
یارائے صوابست چہ گنجم رائے جہاں را — آئینہ رائے جہاں گر نہ رائے تو باشد
تاب و تب صد شعلہ و بیتابی صد برق — پنہاں بود آں دل کہ تمنائے تو باشد
بر مرگ نہم دل کہ علاج دل بیمار — شہد است کہ از لعل دل آسائے تو باشد
آنکس کہ بلرزد تنش از مژدۂ دیدار — دانم کہ نگہ در تماشائے تو باشد
با حالی بیچارہ تواں ساخت کہ مسکیں — ہم بندہ و ہم عاشق شیدائے تو باشد

ہر دم از عشق خدنگے بہ نشاں مے آید — اندک اندک دلم از غمزہ بجاں مے آید
جاں گدازند بلطف و بغضب شاد کنند — ہر چہ خواہید ازیں عشوہ گراں مے آید

بعد ازیں راز بصد پرده نہاں نتواں داشت
عشق مے آید و با طبل و نشاں مے آید

در بہاراں بہ تماشاے گل از جا نروی
تا نفس راست کنی فصل خزاں مے آید

سوے من آمده مشتاق و نظر از نگہش
مے تراود کہ ببوے دگراں مے آید

دوش چیزے ز سخنہاے محبت نگذشت
بجز آں حرف کہ از دل بزباں مے آید

عجبے از خود کنم و سوے فلک مے بینم
چوں خدنگ تو ببویم ز کماں مے آید

چوں نہ محرم اسرار نہاں در دل است
بزباں ہر چہ ز اسرار نہاں مے آید

یار چوں نیست موافق چہ فراق و چہ وصال
مے رود ناخوش و ناخوشتر ازاں مے آید

حالی زار گرفتم کہ وفادار کسے است
زود بینی کہ ز دست تو بجاں مے آید

شوقے بدوست راہنما داشتم چہ شد
دردے بہ از ہزار دوا داشتم چہ شد

عمریست دل بہ بند پیام وصال نیست
چشمے بہ رہگذار صبا داشتم چہ شد

در دست جام بادہ و در دل ہواے دوست
وقتے چو اہل دل بصفا داشتم چہ شد

افتادہ زیر سایۂ دیوار حسرتم
بر فرق خویش ظل ہما داشتم چہ شد

سود و زیان خویش نبردے مرا ز جا
پنہاں بہ او معاملہا داشتم چہ شد

یادم کنوں نماندہ کہ پیماں چہ بودہ است
در سینہ خار خار وفا داشتم چہ شد

کارم ز سعی خضر بجاے نمے رسد
در ظرف خویش آب بقا داشتم چہ شد

آوارگی بہ برد ہواے وطن ز یاد
زیں پیش روے خود بقفا داشتم چہ شد

حالی خوش آنکہ بود دلم تکیہ بر وفا
ذوقے بدل ز جور و جفا داشتم چہ شد

لب بہرہ ز رازِ ما ندارد　خود زمزمہ سازِ ما ندارد
ہر جا صنمے ست معبدِ ماست　یک قبلہ نمازِ ما ندارد
بر نالۂ ما دلش نہ سوزد　آنکس کہ گدازِ ما ندارد
آں گوش کہ پُر ز حرف و صوت ست　گنجائیِ رازِ ما ندارد
کارم بہ کسے فتادہ کز ناز　پروائے نیازِ ما ندارد
گر ہر دو جہاں فراہم آرند　اندازۂ آزِ ما ندارد
حالی گلہ جفائے دوراں　صوتے ست کہ سازِ ما ندارد

دلے خواہم کہ چوں پروانہ سوزد　فتد در آتش و مردانہ سوزد
زید آوارہ و میرد بناکام　دل از رشکم بر آں دیوانہ سوزد
تبہ کرد ست جورِ آشنایم　بحالِ من دلِ بیگانہ سوزد
بکنجِ خانہ شمعے مے فروزم　کہ چوں در گیرد اوّل خانہ سوزد
دلے راکش بد روزخ سوخت نتواں　فروغے از رُخِ جانانہ سوزد
فروغ از من کسے جز من نگیرد　من آں شمعم کہ در ویرانہ سوزد
گر از من بشنوی روداد حالی　بہ چشمت خواب زیں افسانہ سوزد

غزل ناتمام

در گلستاں بلبل و در انجمن پروانہ ام　من بہر جا محوِ نیرنگ رُخِ جانانہ ام
محرمیت نیست دل را با ہزاراں قرب و دوست　یار گرمِ آشنائی ہا و من بیگانہ ام
خضرِ راہِ منزلِ مقصود جز توفیق نیست　زایں و آں پرسم نشاں او مگر دیوانہ ام

عشق اگر کیش ست ملت ناکہن خواہد شدن
منبرے ہر گوشہ از دار و رسن خواہد شدن

گر عنانِ بادِ مصر اندر کفِ جذبِ دل است
رنگ یوسف جملہ بوئے پیرہن خواہد شدن

عمر باشد تشنۂ آبِ دمِ شمشیر تست
تیغ برکش ورنہ جاں بیروں ز تن خواہد شدن

سبد سبد گل ہر کجا پائے نگاریں مے نہی
جادہ چوں از سیر باز آئی چمن خواہد شدن

شکوہ گر برلب نیاید عاقبت کیں مے شود
زخم را درماں نباشد چوں کہن خواہد شدن

صید تا افگندہ محوِ دست و بازوئے خود است
ایں جواں روزے شکارِ خویشتن خواہد شدن

زینکہ شد ہمخوابہ خسرو نیرزد نیم جو
گرمیِ بازارِ شیریں کوہکن خواہد شدن

در غریبی طرح الفت افگنم با ہر کسے
در دلِ گبر و مسلمانم وطن خواہد شدن

یار درگو چیست من خاموش و جاں بیتاب گر
جذب در دل نیست کار از دستِ من خواہد شدن

دوست پر تمکین و حالی از ادب بسیار دور
دیر با او ہمنشین و ہم سخن خواہد شدن

غزلِ ناتمام

بے نورِ صفائے دل پنہاں شدہ ہر پیدا
اے شب تو بہ پایاں رس اے مہرِ درخشاں شو

گر پائے ہمت ہست دستے بگریباں زن
ور پائے ارادت ہست لختے بہ بیاباں شو

تنہائی و رنجوری و انگہ غمِ مہجوری
اے مشکلِ من بگشا اے مُردنم آساں شو

شوخے ست کہ نگذارد بر ملتِ خود کس را
اے شیخ ز دیں برگرد اے گبر مسلماں شو

ساقی بہ قدح بخشی گو توبۂ ما بشکن
مطرب بنوا سنجی گو رہزنِ ایماں شو

ہم بادہ و با دم خور ہم بوسہ بپایے دہ
بے پردہ تر از گل آئے چوں بوئے گل انداں شو

اے پرتو نقاب از تست خود جلوہ حجاب از تست
از خود بجدا پیوند وز خویش برآں شو

حالی بسخن خواہی رفتن نہ پئے غالب — دولت بغلط نبود از سعی پشیماں شو

نگردد از تو ہرگز سیری چشم تماشائی — اگر[۱] بر دیدہ بنشینی وگر در دل فرود آئی
نگنجد با تو این ہنگامہ ہا در شان یکتائی — تو چندیں عالمے با خویشتن داری و تنہائی
ترا شایاں بود خوبی کہ بیہمری محبوبی — ترا زیبد دل آرائی کہ با خوبی و زیبائی
تو چشم و گوش بگشائی و شد بہر تو ارزانی — بگلشن چہرہ آرائی بہ بلبل نغمہ پیرائی
نہ در بزم مغاں ہست و نہ در کوی گذرگاہت — تو اما زندہ مستوری چہ دانی ذوق رسوائی
سر راہ خدا داری و دل سوئے قفا داری — تو زانساں بیخبری از رہ کہ پنداری نمی آئی
گواہ بیگناہی ہائے خود دارو جہانے را — تو دست خود بخون حالی مسکیں نیالائی

تضمین غزل نعتیہ جناب مرزا غالب مرحوم کہ در حیات ایشاں نوشتہ شدہ بود

اعجاز از خواص لسان محمد است — عین الحیٰوۃ گم بدہان محمد است
گر نور و گر بہا ست کہ از آن محمد است — حق جلوہ گر ز طرز بیان محمد است
آرے کلام حق بزبان محمد است

ای خامہ صفت قامت معشوق کم نگار — اے دل سخن ز رست قد آں میاں میار
قمری ز ذکر سرو نفس رائگاں مدار — واعظ حدیث سایۂ طوبیٰ فرو گزار
کاینجا سخن ز سرو روان محمد است

شاہد بقتل عاشق و عاشق بجان خود — مجنوں بپائے لیلیٰ و لیلیٰ بفرق خود

[۱] یہ مصرعہ حضرت میر حسن سنجری رح کی غزل سے لیا گیا ہے جسکا پہلا مصرعہ یہ ہے ع "تو نور العینی ای مہ رو تو جان جانی ای جاناں"

سوگن بآلِ احمد و آلش بروحِ جد　　هر کس قسم بدانچه عزیز است میخورد
سوگند کردگار بجانِ محمد است

آنجا که از مناقبِ عترت سخن رود　　وزآن دراز صحابه و هست سخن رود
وان کانهمه زختمِ رسالت سخن رود　　ور خود ز نقشِ مهر نبوت سخن رود
آن نیز نامور ز نشانِ محمد است

حکمش بمهر و ماه روان است چون قضا　　دیدی که بازگشتن خورشید بر قفا
بوده است بر اشارهٔ ابروی مصطفی　　بنگر دو نیمه گشتن ماهِ تمام را
کان نیمه جنبشی ز بنانِ محمد است

دانی ز پیشِ چشمِ تو برخیز وارحجاب　　کز نورِ شمع پردهٔ فانوس راست تاب
باشد ظهورِ روشنیِ عارض از نقاب　　آئینه دار پرتوِ مهر است ماهتاب
شانِ حق آشکار ز شانِ محمد است

بینی اگر بدیدهٔ دراک وارسی　　گوئی اگر بعالمِ ادراک وارسی
سنجی اگر بمرتبهٔ خاک وارسی　　دانی اگر بمعنیِ لولاک وارسی
خود هر چه از حق است از آنِ محمد است

لطفِ خداست گر ببر کس نهاد دست　　قهرِ خداست چون سر کین بحمله جست
داند کسی که شد ز می قادمیت مست　　تیرِ قضا هر آئینه در ترکشِ حق است
اما گشادِ آن ز کمانِ محمد است

همت بمدحِ شه من حالی گماشتیم　　گفتیم و از نگاشتنی ما نگاشتیم
چون کام و لب فراخورِ وصفش نداشتیم　　غالب ثنای خواجه به یزدان گذاشتیم

کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

رباعیات

توحید

دل دادهٔ شوقت چه ولی و چه نبی — سودازده‌ات هم عجمی هم عربی
دل از تو تسلی نتوان کرد به هیچ — ای خوشتر از آب سرد در تشنه لبی

ایضاً

یارب کرمی که شرمسار آمده ایم — سرمایهٔ ناکسی به بار آمده ایم
شایستهٔ دوزخیم و جویای بهشت — در یارب که پر امیدوار آمده ایم

اخلاق

سر بر نفراز خاکِ پای همه باش — دامانِ غرض پی رضای همه باش
با خلق نیامیختن از ناکسی است — ترک همه گیر و آشنای همه باش

دیگر

سر نه بدری و خاکِ پای همه باش — دل ده به یکی و دلربای همه باش
خواهی شوی آشنای بیگانه نما — بیگانهٔ آشنا نمای همه باش

دیگر

ای آنکه ز حلّهٔ صداقت عوری — بنشین بر یا بنشین مهجوری
کس از دلِ دشمنانِ خود دور مباد — چندانکه تو از خاطرِ یاران دوری

دیگر

اے ہیچ بہ ہیچ خودنمائی تا چند
خودبینی و خویشتن ستائی تا چند

چوں ہیچ ندانی کہ جز کفِ خاک نۂ
پس ایں ہمہ دعویِ خدائی تا چند

دیگر

از شعر و سخن گوششِ جہاں گیر بادا
دیں مشغلۂ بیہودہ کمتر بادا

بہ ہر کہ دعائے بد کنم مے گویم
یارب کہ گراں مایہ سخنور بادا

دیگر

چندے بہوائے گلعذاراں بگذشت
لختے دربندِ روزگاراں بگذشت

برنامدہ کامِ دل شباب آخر شد
ناشگفتہ گلے و نو بہاراں بگذشت

عزا

عباسؑ علی و اکبرؑ آں غیرتِ ماہ
بودند شبیہہ احمدؐ و شیرِ الٰہ

در نوحۂ ایں ہر دو جواں بر لبِ شاہؑ
گہ وا اَبتاہ بود گہ وا جداہ

در شکریہ مہمان نوازی قاضی محمد خلیل صاحب بیلوی کہ در زمانۂ قحط در دہلی گفتہ شد

ہر چند ز تیغِ قحط خلقے ست قتیل
ور بسکہ فلک بہ خاکیاں گشتہ بخیل

اما چہ غم از قحط کسے را کہ مدام
الوانِ نعم مے رسد از خوانِ خلیل

در شکر لطف و عنایت سید کرامت علی مرحوم صفا تخلص ہنگامِ وداع از پٹیالہ

حالی نشود محو ز لوحِ دلِ ما
لطفیکہ دم وداع فرمود صفا
گر قدرِ مسافران بہ غربت این است
صد رہ بسفر میرو و صد رہ باز آ

در تاویلِ جراحت مولانا شبلی مدظلہ

شبلی کہ گزند پاش پرِ دل شکن است
با خستگیش خجستگی مقترن است
چندانکہ بکاہد بفزاید اینجا
کار استن چمن ز پیراستن است

در تاسف بر وفات یکے از فرزندان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر مدار المہام سرکار عالی متخلص بہ شاد

چرخ از پس داغ بردلش داغ نہاد
او جز بہ سپاس ایزدی لب نکشاد
الحق کہ بغصہ شاد و خنداں بودن
زیں گونہ ندیدیم جز از حضرت شاد

رباعیات در شکریہ شیرینی مرسلہ مولوی عبد العلی خاں والہ پروفیسر نظام کالج در حیدر آباد

بینم ز خلاص و دوستداری آئیں
من بندہ دوستان اخلاص گزیں
شیرینیکے کہ یار شیریں بخشد
بر روے توان فشاند جان شیریں

دیگر

والہ کہ بہ ارمغاں فرستاد شکر
از شہر وطن کرد دلِ حالی سر
ہر سیرت نیک را توان یافت بدل
جز سیرت والہ کہ مرا والہ کرد

دیگر

بُرد از دلِ من صبر و دل از پہلوئے من ‌ ‌ ‌ افسونِ وفا و کرمِ اہلِ دکن
زینساں دل و صبر اگر بغارت ببرند ‌ ‌ ‌ مشکل کہ رسیم ما غریباں بوطن

در شانِ نواب ضیاء الدین احمد خاں مرحوم دہلوی متخلص بہ نیّر در فارسی و رخشاں در اُردو

عجب است کہ دہلی جسدِ بیجان است ‌ ‌ ‌ وز قحطِ رجال سربسر ویران است
با صد شکر کوکبِ سخنش ‌ ‌ ‌ روشن ز فروغِ نیّرِ رخشان است

خطاب بحضرتِ ممتاز[1] مرحوم

اے ہجوِ تو ضحکۂ جہاں کرد مرا ‌ ‌ ‌ لطفِ تو خجل از این و آں کرد مرا
حُسنِ ظنِ تو کہ کردی اندر حقِ من ‌ ‌ ‌ زابنائے زمانہ بدگماں کرد مرا

ایضاً

ممتاز آں آشنائے بیگانہ نما ‌ ‌ ‌ کز ہر سخنش ہمی چکد صدق و صفا
نادیدہ بجاں شوقِ لقایش دارم ‌ ‌ ‌ گر دست دہد جاں بدہمش رُونما

ایضاً

اے پارسی و ریختہ ات ذوق انگیز ‌ ‌ ‌ وے نظمِ تو چوں نثرِ ہمہ الفت خیز
در پردۂ سخن گفتی و رخ ننمودی ‌ ‌ ‌ بازار خود و آتشِ ما کردی تیز

---

[1] قاضی ممتاز حسین صاحب مرحوم متخلص بہ ممتاز کئی برس پہلے بہت تھے اور بہت اچھے شعر فارسی نظم و نثر کے ناموس استاد تھے انہوں نے قدردانی کی راہ سے چند رباعیاں میری نسبت تحریر فرما کر بھیجی تھیں اُنکے جواب میں یہ تین رباعیاں میں نے بھی لکھی تھیں۔ حالی

قصائد و قطعات وغیرہ

قصیدہ۔ در مدح جناب غفران مآب حاجی الحرمین الشریفین نواب محمد کلب علیخاں مرحوم رئیس مصطفےٰ آباد۔ رامپور

اِس قصیدے کی تمہید اُس وقت لکھی گئی تھی جب کہ شاعرانہ خیالات میں پہلے ہی پل انقلاب پیدا ہوا تھا۔ اور مبالغہ سے نفرت ہونے لگی تھی۔ اُنہیں دنوں میں پہلا دربار قیصری منعقد ہونے والا تھا جو ۱۸۷۷ء میں بمقام دہلی وقوع میں آیا۔ جی میں آیا کہ اس تمہید کے بعد کسی ایسے قصیدے کی بنیاد ڈالی جائے جس میں بقدرِ امکان مبالغہ سے احتراز کیا جائے۔ چونکہ حضور نواب صاحب ممدوح سے فی الجملہ تعارف تھا۔ اور اُنہوں نے سرسید کی امداد میں سب سے پہلے سبقت کی تھی۔ اور دربار میں اُنکے شریک ہونے کی قومی اُمید تھی اسلئے اُنہیں کو اِس قصیدے کا ممدوح قرار دیا گیا۔ اگرچہ وہ علالت کی وجہ سے شریک دربار نہ ہوسکے۔ اور قصیدہ اُن کی خدمت میں بوجہ دلخواہ پیش نہ ہوسکا۔

سحرگہ پردہ بگرفتند چوں از زشت و از زیبا / بدل گفتم کہ ایں نعمت آمد برتر از نعما
بگفتا نعمتے در قدر از ہم بیش و کم نبود / ز ساقی عین رحمت داں اگر جرعہ و گر مینا
ولے فرزانۂ بیدار دل زیں اصل مستثنیٰ است / کہ چوں او نعمتے نتواں نشاندادن از پئے دنیا
صلاحِ عالمے با رائے او وابستگی دارد / جہاں را چوں چمن میداں و او را چوں چمن پیرا
رعیت را چناں دارد کہ دارد گلہ را چوپاں / غمِ دلہا خورد زانساں کہ بازرگاں غمِ کالا
بہ روز از دادِ مظلوماں زمانے بر نیاساید / بہ شب چوں پاسباں بیدار باشد بر درِ دلہا

یتیماں را پدروار اشکہا از رخ فرو شوید غریباں را چو غمخواراں بر آرد خارہا از پا

اگر بیوہ زنے نالد ز دست ناخدا ترسے بہ داد او رسد زاں پیش کاید بر لبش آوا

گدایاں را دہد بخشے کہ دہہا را غنی سازد ضعیفاں را دہد زورے کہ پیراں را کند برنا

گہے برہم زند یک شہر بر فریادِ مظلومے گہے یک جاں ستاند تا اماں بخشد جہانے را

مظالم را براندازد جہاں از فتنہ پردازد عدالت را برافرازد ستم را افگند از پا

ضعیفاں را تواں بخشد بمظلوماں اماں بخشد بہ محتاجاں چناں بخشد کہ حاجت را نماند جا

گمارد چوں باصلاحِ مفاسد ہمتِ خود را کند اصلاحِ آں چنداں کہ سازد زشت را زیبا

فروزد شمعِ دیں زانساں کہ ظلمت از جہاں خیزد ہنر را پرورد چنداں کہ گردد عیب ناپیدا

بصحبت برگزیند بخردانِ مصلحت جو را کہ پشتیبانِ ملک و دولت آمد صحبتِ دانا

شریعت را در امر و نہی دارد تکیہ گاہِ خود کہ چوں باشد عصا در دست ہر راہ نلغزد پا

نہ سازد تکیہ در بیچارگی جز بر توانائے کہ ابکم را ببخشد نطق و اعمیٰ را کند بینا

نباشد تکیہ در سرپنجگی بر زورِ بازوئے کہ گہ گہ تن بعجز اندر دہد از پشہ تنہا

گر امروزش ہمہ سامانِ عیش و خرمی بخشند نہ سازد یاد دلش از تلخیٔ اندیشۂ فردا

جہاں را پر کند از عدل و از طغیاں تہی سازد ہمہ مقصودِ او ایں باشد از دنیا و ما فیہا

اگر از جائے خود جنبد زند صد فتنہ را برہم وگر خاموش بنشیند کند صد عقدہ از ہم وا

اگر لطف آورد آید بکامِ خلق شیریں تر از آں انفاسِ جاں پرور کہ عیسیٰ مردہ را احیا

وگر خشم آورد با مصلحت نزدیک تر باشد از آں لطفے کہ شوید گردِ کیں از خاطرِ اعدا

صلاحِ ہر یکے جوید چہ در پیدا چہ در پنہاں بود در بندِ احسانش اگر ناداں وگر دانا

بصورت ملتفت اما نہ بندد جز بمعنی دل بہ دنیا مشتغل اما نباشد فارغ از عقبیٰ

بود تا در دیارِ خویش سر بر پا نشانندش — دگر افتد بہ ملکِ غیر در چشمان نہندش جا
اگر خواہی جہاندارے چنیں بیدار دل بینی — بیا در خیمہ گاہِ دیں پناہِ خسرو والا
درین جشنِ شہنشاہی کہ گوئی حشرِ اعیان ست — زمانے چشمِ دل بکشا و بنگر عینِ اعیان را
سحابِ مکرمت کلبِ علیخاں آنکہ در عہدش — گدا از شاہ و مفلس از تونگر دارد استغنا
نیابی ہیچکس کش بار گردن نیست احسانش — چہ دولتمند مستغنی چہ عزلت گیرِ بے پروا
نہ تنہا صیتِ احسانش بہند افتاد و قطاعش — کہ شد آوازۂ جودش بلند از یثرب و بطحا
گر از لب بند بکشاید دمد بر گوش ما افسوں — ور از رخ پردہ بردارد نظر بار اگند شیدا
رُخے روشن تر از مہر و سرے بالاتر از گردوں — کفے ریزندہ چوں ابر و دلے جوشندہ چوں دریا
جبیں انوار را مسکن ضمیر اسرار را مخزن — بروں زیبا دروں روشن زہے صورت زہے معنے

ق

خوشا وقتِ سخن سنجے کہ چوں با مدح پردازد — نگہدارد عنانِ خامہ را از جادۂ اطرا
کہ نبود ہیچو بیتے سادہ ہرگز کارگر در دل — اگر صد بیتِ رنگیں در ستایش کس کند انشا
دو صد اغراق با یک قولِ صادق بر نمی آید — فَاِنَّ الْحَقَّ یَعْلُوْ کُلَّ بُہْتَانٍ وَّلَا یُعْلٰی
بحمد اللہ کہ من مداحِ آں سرچشمۂ علم — کہ در فضل و کمالش ہرچہ گویم باشدش زیبا
بہر فن پایہ اش والا بہر علمش ید طولیٰ — بہر رمزے دلش دانا بہر صیدے کفش گیرا
بہر منزل گہش راہے بہر کویش گزر گاہے — بہر جایش علم برپا بہر راہش قدم پویا
بجائے کز ہنرمنداں کسے را در شمار آرند — ہنر نالد کہ مَنْ لِیْ غَیْرَہٗ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا
بوقتے کز جواں مرداں عزیزے در حساب آید — کرم گوید کہ مَا لِیْ دُوْنَہٗ مُنْجِیْ وَّلَا وَاقِیْ
بہ بزمے کز سخن سنجاں حدیثے در میاں افتد — سخن بر خویشتن نالد کہ از شاہ و شاہ از ما

سخن را برتری دادہ عبارت را تری او — اوا را دلبری دادہ زہے نقشی زہے انشا
معانی با نزاکت چوں ادا با حسن ہم پہلو — مبانی با عذوبت چوں صبا با دوستی ہمپا
رباعی شیوہ دارد کہ نتواں دید در جادو — غزل کیفیتے دارد کہ نتواں یافت در صہبا
رباعی مثنوی از برق خاطف در تگ آں پیشی — غزل مینی زنی بر سنگ جام بادہ حمرا
جزالت با قصائد توأماں چوں اوج با کیواں — شگرفی با قوافی ہمعناں چوں موج با دریا
عروج پایگاہ مصطفے آباد را نازم — کہ دارد ایں چنیں فرمانروائے مملکت پیرا

ق

تو اے کز وصف شیراز و صفاہاں قصہ ہا راندی — یکے در مصطفے آباد رفتہ چشم دل بکشا
نہ پندارم کز ینساں دیدہ باشی در جہاں شہرے — ہنر را مسقط الراسے دیں را ملجا و ماوے
بہر دکاں متاع علم و حکمت چیدہ تو بر تو — بہر بزم اندروں روشن چراغ ملت بیضا
ہم از اہل صناعت کاملانش چار سو بینی — ہم از ارباب علم و فضل یابی فوج فوج آنجا
فقیہاں اجتہاد آثار و دانایاں فلاطوں رائے — حکیماں شہرہ در علم و طبیباں در عمل یکتا
گروہے از سخن سنجاں کہ باشند زاں ہمہ ہر یک — سخن را زندگانی بخش و معنی را حیات افزا
بموسیقی بسے از سحرکاران نکیسا دم — کہ نبود شاں چو نصرے دریں رہ ہمسر و ہمتا
خوشا شہرے و فرخ شہریار نام بردارش — نگہدارد خدا ایں ہر دو را از ناخوشی دنیا

ق

تو اے کز سیر بنگاہ[۱] سراں ہند سے آئی — چہ آوردی بگو از جنس معنی ارمغاں مارا
گرفتم دیدہ از ملک و دولت بہرہ ور جمعے — ولے کم دیدہ باشی علم و دولت را بہم یکجا

[۱] یہ خطاب ہے اس فرضی شخص کیطرف جو گویا کہ درباری رئیسوں اور سرکاری مہمانوں کے ڈیروں اور خیموں کو دیکھکر واپس آرہا ہے ۱۲

کشادستند بر روئے ہوا صد طبلہ عطاراں — مشامے کو کہ دریابد شمیم عنبر سارا
بگلشن جلوہ ہر نونہالے دیدنی دارد — ولے در خاطر بلبل نگنجد جز گل رعنا
کسے کو باشد از پیرایۂ علم و ہنر عاری — بچشم اہل دل ہیچ است اگر جمشید اگر دارا

ق

الا اے آنکہ از مدحش مرا طب اللسان ویدی — نہ پنداری کہ فرمال و جاہم بردہ است از جا
سزاوار ستایش گر بہ تنہا سیم و زر بودے — نمیکردند صدیقاں رم از صفرا و از بیضا[۵۱]
ولے با فر صورت حسن معنی جمع چوں دیدم — نیارستم زباں بستن ز شکر واہب یکتا
کہ در اسلامیاں از جنس ایشاں مترے آورد — بہاں از علم لذت کش بعلم از مال بے پروا
نوید اہل جہان آباد را کایں روز آں روز ست — کہ نازد ہر قدر ایں بقعہ بر خود باشدش زیبا
ورود حضرت نواب در دہلی بداں ماند[۵۲] — کہ آب رفتہ سوئے آبداں باز آید از دریا
مرا ایں نغمہ بر لب بود کا وازے بگوش آمد — کہ پر شد ساغر امروز از ناکامی فردا
توقع داشتیم از مقدم نواب دیں پرور — کہ روزے چند ایں ویرانہ گردد خویشتن آرا
ولے ناسازگاری ہائے بخت واژگوں نگذاشت — کہ کشت خشک مارا تر کند ابر کرم فرما
برو حالی تحمل پیشہ کن در ہر خوش و ناخوش — کہ سرے ہست پنہاں در عَسٰی اَنْ تَکْرَہُوْا شَیْئًا
ہلال عید را گر بینی و گر منتظر باشی — فروغ افزاید آں در چشم و خرم دارد ایں دل را
خداوندا بحق آنکہ از اعجاز انفاسش — بدست پاک او مشت حصا را کردہ گویا

۵۱ یہ اشارہ ہے حضرت عمرؓ کے قول کی طرف کہ یَا صَفْرَاءُ وَ یَا بَیْضَاءُ غُرِّیْ غَیْرِیْ یعنی اے سونے اور اے چاندی میرے سوا کسی اَور کو دھوکا دینا ۱۲ ۵۲ اس میں اشارہ ہے اُس زمانہ کی طرف جبکہ نواب ممدوح کے والد ماجد نواب یوسف علیخاں مرحوم دہلی میں بحالت طالب علمی مقیم تھے۔ اور نواب ممدوح صغر سن میں اُنکے ساتھ یہیں رہتے تھے ۱۲

بہ بخشش ایں ہنر گہتر نواز فیض گستر را — نصیبے کامل از دنیا و از دیں بہرۂ اوفے
مدہ اندوہ و غم را در درونِ خاطرش راہے — کہ با جمعیتش وابستہ شد جمعیتِ دلہا
دگر یا ربی او ہرگز نجنبد وقت آں آرزو دارم — کہ یکرہ پرورش خود راز نم چوں تشنہ بر دریا
تکلف نیست در ہر چہ از دعا و از ثنا گفتم — تو دانی حالِ ما یا عالما بالجہر و الاخفا

قطعہ بر وفات آنریبل نواب محمد علیخاں مرحوم متخلص بہ رشکی خلفِ اکبر حضرت نواب محمد مصطفےٰ خاں رحمہ اللہ رئیس جہانگیر آباد ضلع بلند شہر

دریغ از رحلتِ نواب رشکی — کہ بود امیدگاہِ حالیِ زار
بصورت گرچہ بود از دیدگاں دور — نبود از دل نہاں یک لحظہ زنہار
بیادِ صحبتِ دیرینۂ او — بدے روشن تر از روزم شبِ تار
ز مرگِ خواجہ گم گردیم صد حیف — متاعِ کاسدِ خود را خریدار
دریغ آں شاد باش و شادمانی — دریغ آں کس مرنجاں کس میازار
دریغ آں عیدِ وصلِ گاہ گاہی — کہ مے آمد پس از یک سال یک بار
دریغ آں یادِ صحبت ہائے پیشیں — کہ مے شد تازہ از انشاد اشعار
دریغ آں یادگارِ عہدِ اسلاف — کہ یاد از وضعِ شاں و اشے بکردار
قدیماں را نہ راندے از درِ خویش — اگر بودند مجرم یا خطاکار
بعمرِ خویشتن نگرفت گاہے — بجرمے خشم بر خیلِ پرستار
مقرر داشتہ چوں رزقِ مقدر — بہر کس ہر چہ مے بخشید ادرار
چناں کایزد ورِ روزی نہ بندد — بجرمے یا خطائے بر گنہگار

ز حالی گرچہ کمتر بود در عمر — ولے بر بست زینجا پیش از و بار

نگر از ناصبوری چشم سید است — کہ بختے پیش از ما راند رہوار

بلے چوں جنگ نتواں با قضا کرد — بجز گش صبر باید کرد ناچار

ولے از دل نگردد یاد او محو — بود تا جان محزوں در تن زار

قطعہ تاریخ وفات قبل از وقت سید محمود علی مرحوم خلف سید بہر علی نبیسہ مہین برادر جناب سر سید احمد خاں بہادر رحمہ اللہ کہ از طلبہ رشید کامیاب محمڈن کالج علیگڈھ بود

زبدہ اتراب جمع محمود علی — آنکہ در باغ شبابش بود آغاز بہار

آنکہ انوار نجابت چوں خورشید از رخش — آنکہ آثار رشادش از جبیں بود آشکار

آنکہ در کسب علوم آخر بہ پایاں برد راہ — گرچہ آمد سنگہا در راہش از لیل و نہار

در ہزار و سیصد و نہ (۱۳۰۹) کرد دنیا را وداع — پیش از آں کز باغ دنیا ہیچ چیند برگ و بار

پیش از آں کز نخل سعی خویش افشاند رطب — پیش از آں کز پائے وے بیروں آید نوک خار

پیش از آں کز ثمرہ تعلیم گشتہ بہرہ ور — گل و ماند سرپرستاں را براہ انتظار

پیش از آں کز عمر و از دولت نصیبے یافتہ — ہم نیارا یار گردد ہم پدر را غمگسار

آنکہ بودے چشم یاراں را فروغ از دیدنش — آنکہ گشتے از فراقش خاطر یاراں فگار

حیف کز یاراں فراق جاودانی برگزید — ناگرفتہ در جہاں چوں قطرہ شبنم قرار

یارب او را کز جہاں شد با دل پر آرزو — جائے صدیقاں بدہ از لطف در دار القرار

قطعه بر وفات وزیر الدوله خلیفه سید محمد حسن خاں مرحوم وزیر ریاست پٹیاله

آه از مرگِ مفاجاتِ وزیر الدوله — که فرو رفت بحیرت خبرش هر که شنید
بزند تا به جگر این داهیهٔ دهیارا — کامد از پردهٔ تقدیر بناگاه پدید
فارغ از ماتمِ فرزندِ جوان ناگشته — رخت زی منزلِ فرزندِ جوان باز کشید
خلق را بس شده زخم دو تیر ستمگر — کز فلک بر اثرِ آن ناوکِ دلدوز رسید
شهر پٹیاله نه تنها به غمش نوحه سراست — که به هر ناحیه زین ناله بلند است نشید
اے بسا چشم کزین واقعه خوناب فشاند — اے بسا دست کزین غم بگریبان بدرید
صبر بر مرگِ عزیزے نتوان کرد آرے — که بود فرد در اقران و در امثال وحید
آنکه در دستیِ او در کرم و بذل و سخا — رسم اجداد ز سر کرده بعالم تجدید
آنکه هرگاه لب از لطف کشادے بسخن — گفتی از خلد نسیم سحری باز وزید
منتش شاملِ هر فرقه چه بیگانه چه خویش — لطف او عام بهر کس چه قریب و چه بعید
زخم مشکل که به تدبیر شود چاره پذیر — که ازین واقعه بر دولتِ پٹیاله رسید
همه عمرش بنکوخواهیِ دولت بگذشت — تا توانست در اصلاحِ مفاسد کوشید
گر بکاوند همه مملکتِ خالصه را — این چنین صاحبِ تدبیر خرد نتوان چید
مگر از دودهٔ او کس به تلافی خیزد — کش بود در کفِ پے قفلِ در بسته کلید
در علیگڈه که بنا یافت دار العلی — از مددگاریِ یاریش بسے داشت اُمید
یاورے گم شده از دستِ عزیزان ہیہات — که ز دوران بدلش مے نتوان باز خرید
ذکر او ماند جاوید درین دارِ علوم — کش نکو خواسته تا بود و نکو نامی دید

مُردنش گرچہ ہنگام نبود است امّا — عاقبت روزے ازیں جرعہ بباید چشید

مُرد و با خویشتن از خلق بجز خیر نہ بُرد — ایں چنیں مرگ نکوتر ز حیاتِ جاوید

قطعہ در نوحۂ وفاتِ جناب مشیر الدولہ خلیفہ سید محمد حسین خاں مرحوم برادرِ خُرد وزیر الدولہ مغفور

آہ از مرگِ مشیر الدولہ آہ — آں عمادِ قوم و رکنِ خانداں

درسگاہِ قوم را پشت و پناہ — دودمانِ پھول را حرزِ اماں

آں بصورت انس و در سیرت ملک — آں بدانش پیر و در ہمت جواں

آں بہ تدبیر و خرد بوزرجمہر — آں بہ حزم و رائے شولون ماں

آں بشورے یک مشیرِ پختہ کار — آں بہ دیواں یک دبیرِ کارداں

در سیاست از مفاسد برکنار — در دیانت از تعصب برکراں

آنچہ ملت دیدہ است از حلمش — باغِ خرم کے ندیدہ از خزاں

آنچہ دولت را رسید از نُصحتش — کم رسد گلزار را از مہرگاں

عمرہا باید کہ خیزد مثلِ او — بجز وے از سرزمینِ پٹیالیاں

در کراچی چوں فراقش دست داد — بود گوئی آں فراقِ جاوداں

تا گرفتم زو سیر شد آہ — کز رحلت گشت زیں باغ خیاباں

منتظر بودیم از و پیغام را — کامد و پیغامِ مرگش ناگہاں

جز نکوئی در خصالِ او نبود — ہیچکس ہم در عیاں ہم در نہاں

در صفا آئینۂ سرّش چوں ملک — از ریا پاکش نہاں ہمچوں عیاں

آہ ازاں مخدوم خادم پرورے — مہرباں تر از پدر بر خادماں

آہ آہ آں خواجۂ مہماں نواز — از کرم منت پذیر از میہماں

آہ ازاں در شادی و غم پائدار — آہ ازاں در ناخوش و خوش شادماں

قصہ کوتہ بود یک فرد فرید — کامدہ از وصف او قاصر زباں

از خرد پرسیدمش سال رحیل — گفت سال رحلتش مغفور داں

۱۲۸۶ھ

قطعہ[۵۸]

تو اے کہ رونق پیشینیاں بہم شکست — ز نظم و نثر تو کاندر زبان ما گفتی

چہ نغمہا کہ بہ قانون ذوق سنجیدی — چہ بذلہا کہ باندازِ دلربا گفتی

رسید نشۂ عرفاں چو ذکرِ مے راندی — شگفت خاطرِ یاراں گر از صبا گفتی

دوید ریشہ بدلہا چو حرف مہر زدی — دمید نخلِ تمنا چو از وفا گفتی

گہر بہ بزم فشاندی اگر ثنا خواندی — اثر ز لفظ و ماندی اگر دعا گفتی

ہزار عقدۂ سربستہ باز بکشودی — ہزار نکتۂ پوشیدہ برملا گفتی

ز سرِ تفرقہ و جمع قصہا راندی — ز سرِ انفس و آفاق رازہا گفتی

برآمد از دلِ بیگانگاں ترانۂ ذوق — بہ محفلے کہ سخنہائے آشنا گفتی

لطیفہا کہ بہ لفظ و بیاں نے گنجید — تو چوں فرشتہ زغیب آمدی و وا گفتی

بحقِ لطفِ کلامت کہ ہست بر دلِ ما — کہ پایۂ سخن افراشتند تا گفتی

۵۸ جس موقع پر یہ قطعہ لکھا گیا تھا اُسکے متعلق مفصل بحث یادگارِ غالب میں درج کردی گئی ہے۔ اِس قطعہ میں مرزا غالب مرحوم کی طرف خطاب کیا گیا ہے۔ اور جو مضامین اس قطعہ میں درج کیئے گئے ہیں اُنکا ماحصل بغیر یادگارِ غالب کے دیکھے اچھی طرح ذہن نشیں نہیں ہوسکتا ۱۲

تواسے که هر سخن نغز تو بدل جا کرد
جز آن که در حق حالی برمز وا گفتی

هر آنچه گفته اند ز جواب عرض نیاز
خطا بود که بگیرم اگر خطا گفتی

ولے بعربده از حرف چند با خویشم
که گر نه گفته ام آخر تو از کجا گفتی

عجب که قاعده دان نیازمندی را
سفیه و معیب و خود بین و خود نما گفتی

عجب که چاشنی اندوز خاکساری را
رهین ذوق نوا سنجی انا گفتی

عجب که مشتغلے را ز نقد ناسره اش
به ترک ورزگری عرض کیمیا گفتی

نه راه حرف بسوئیست نه جائے من پیدا
جواب چیست اگر پرسم از کجا گفتی

اگر نه روئے سخن با تو بود مے گفتم
بگو نه گفتی و چون گفتی و چرا گفتی

ولیک شیوهٔ ادب نیست بر تو خرده گرفت
هر آنچه در حق من گفته بجا گفتی

قطعهٔ دیگر

تواسے که عذر فرستاده به بے ادبی
سزد که جان گرامی بران نثار کنم

شکایتے که تو آن گفت عین اخلاص
گرم تو دوست شماری هزار بار کنم

نماند قاعدهٔ شکوهٔ بے ریا بجهان
اساس دوستی از شکوه استوار کنم

چو شکوه جز به تقاضائے دوستی نبود
ز غیر شکر و شکایت دو ستدار کنم

سرشت پاک و دل صاف داده اند مرا
بحرف تلخ دلے خالی از غبار کنم

خوش آنکه ساز کنم از تو شکوهٔ بیجا
تو اعتذار کنی و من افتخار کنم

خوش آنکه عذر تو چون درکند مرا از پا
وگر به پیش تو تمهید اعتذار کنم

بدان سرم که اگر هر گناه هزیر پا ق
نگارهائے جهان خاصه این کار کنم

ز کرده توبه نمایم ز گفته استغفار
وگر سپاس تو پنهان و آشکار کنم

ترجیع بند

مرثیۂ نواب مختار الملک سر سالار جنگ میر تراب علی خاں مرحوم مدار المہام سرکار عالی نظام کہ از طرف کمیٹی تعلیمی مدرسۃ العلوم علیگڈھ اشاعت یافتہ

داشت ہر کس بزباں مدحتِ مختار الملک — کامد از در خبر رحلتِ مختار الملک

تا چہ افتاد پس از نہضتِ مختار الملک — بر سرِ حشمت و جمعیتِ مختار الملک

اے اجل گر تنِ بیجاں تہِ خاکش سپری

نتوانی کہ نکو نامیش از یاد بری

لشکر از ماتمِ او چاک گریباں شدہ است — کشور از مردنِ او یکسرہ ویراں شدہ است

اے بسا چشم کزیں حادثہ گریاں شدہ است — حیدرآباد تو گوئی ہمہ بے جاں شدہ است

اے اجل گر تنِ بیجاں تہِ خاکش سپری

نتوانی کہ نکو نامیش از یاد بری

منتے ہست ازو بر سرِ سرکارِ نظام — کہ بشکرش نتواں کرد بصد سال قیام

ہم ازو یافتہ عدلیتہ و مالیتہ قوام — ہم بدو لشکر و ضبطیہ پذیرفت نظام

اے اجل گر تنِ بیجاں تہِ خاکش سپری

نتوانی کہ نکو نامیش از یاد بری

آہ کایں درد نہ دردیست کہ درماں دارد — ملک ازیں واقعہ لرزہ در ارکاں دارد

قوم ازیں واقعہ انگشت بدنداں دارد — تا فلک در پسِ ایں پردہ چہ پنہاں دارد

ای اجل گر تن بیجان تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

چشم اسلام ازین غصہ بخون تر گردید — ملت از حالت پیشینہ زبون تر گردید
علم دین کہ نگون بود نگون تر گردید — قیمت خواجہ پس از مرگ فزون تر گردید

ای اجل گر تن بیجان تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

دوست تا دشمن او زد طمع یاری داشت — ملک از نیروی تدبیرش استواری داشت
دولت عہد ازو چشم وفاداری داشت — گردن قوم ز احسانش گرانباری داشت

ای اجل گر تن بیجان تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

آہ ازان بذل و سماحت کہ نیابیش ہمال — آہ ازان عقل و کفایت کہ نہ بینیش مثال
پس ازین ہند چنین مرد نخیزد صد سال — خاصہ از قوم کہ افتادہ دران قحط رجال

ای اجل گر تن بیجان تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

در علیگڑہ کہ نہاد از عزیزان بنیاد — درسگاہی کہ ز طوبی ثمرش باد زیاد
تا کہ گیتی بود این قصر ہمایون آباد — خلق در یاد چنان مردی او خواہد داد

ای اجل گر تن بیجان تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

کیست در ہند کزین غم لب حسرت نگزید — کیست از قوم کزین غصہ گریبان ندرید

تا بہ جائیکہ چو ایں نالہ جانکاہ شنید   حالی گوشہ نشیں ہم زجگر آہ کشید

اے اجل گر تنِ بیجاں تہ خاک ببری
نتوانی کہ نکو نامیش از یاد بری

قصیدہ در تہنیت عید الفطر بجناب نواب سر آسمان جاہ بہادر مرحوم

صد ماہ جا و روز و شب بکام تو باد   صبح نوروز و عید شام تو باد
عیدِ سالِ ہزار و سیصد و شش   بر تو فرخندہ و بکام تو باد
شاہ نامیدہ آسمان جاہت   آسمان مفتخر ز نام تو باد
شاہ کت ملک را سپردہ عناں   نظم اوقات کم از قیام تو باد
شاہ از رائے تست فارغ بال   خلق خرسند از نظام تو باد
آرزو ہاست زندہ از کرمت   فتنہ ہا مردہ از حسام تو باد
گنج معمور و ملک آبادان   از بقائے شہ و دوام تو باد
قصر والا اساس ملکِ نظام   محکم از پشتیِ نظام تو باد
ہر کہ در چارسوے ملکِ نظام   خیرہ و سرکش است رام تو باد
شرمساری عقوبتے است عظیم   عفوت از خصم انتقام تو باد
در سیاست گرہ بر ابرویت   خوشنما ہمچو لطفِ عام تو باد
برقِ تیغِ تو خشک و تر سوز است   یارب آں برق در نیام تو باد
عدل ز انسانکہ وجہ ہمتِ تست   ہمہ در ضبط اہتمام تو باد
در قضایاے صعب ملت و دیں   شرعِ خیر الورے امام تو باد

در امورِ عظامِ دولت و ملک — بخداوند اعتصامِ تو باد
مقصدِ خلق طوفِ درگهِ تست — پرسشِ حالِ شاں مرامِ تو باد
ساز و برگِ دعائے مظلوماں — مایۂ عیشِ مستدامِ تو باد
بر زبانِ خلق را ستایشِ تست — در دلِ خلق احترامِ تو باد
اے مدار المهامِ ملکِ دکن — فتح دلها خود از مهامِ تو باد
تا بنوشند باده اندر جام — بادۂ خوشدلی بجامِ تو باد
تا فشانند دانه در تهِ دام — دلِ عالم اسیرِ دامِ تو باد
هر شمیمے که ناگوار آید — دور پیوسته از مشامِ تو باد
هر نسیمے که از جناں خیزد — طرب انگیز در خیامِ تو باد
در جهاں هر که هست چوں حالی — طالبِ کام و ناز و نامِ تو باد

قصیده در تهنیتِ عیدِ اضحیٰ بجنابِ نوابِ آسماں جاه بهادر مدار المهام سرکارِ عالی نظام

عیدِ اضحیٰ که قریں باد و روزِ بخشش ظفر — باد بر صاحب ز عیدِ رمضاں فرّخ تر
نائبِ السلطنه نواب بشیر الدوله — عمدة الملک فلک جاه امیرِ اکبر
آنکه بپا زده از نظم و سیاست حصنے — کز پئے ملک سپر بوده ز هر فتنه و شر
آنکه از لطف و کرم کرده رواں نهرے — که خس و خارِ الم بُرد بروں از کشور
آں سپهرِ شرف و مجد که در جاه و جلال — پایهٔ اش برتر از آن است که گنجد بفکر
آں سپهرِ اوجِ کرامت که ز والا گهری — بے نیاز آمده از مدح چو ماه از زیور

ق

صاحبا عادتِ قومیست کہ در مدح و ثنا | هر یکے ساز کند نغمہ بہ آہنگ دگر
آں یکے جز بہ مدیحت نہ کشاید لب با | تا بدانند کہ جز مدح ندارد در سر
واں دگر پیشتر از مدح ستاید خود را | تا فریبد دل ممدوح بہ اظہارِ ہنر
جمعے از شکوۂ گردوں سخن آغاز کنند | کز شکایت بود از شکر بدل گیرا تر
قومے از مدح گرایند بہ تشبیب و غزل | کز نمک چارہ نباشد چو بخوردند شکر
بعد ازیں طائفہ باشند کہ در وقتِ مدیح | دمبدم حسنِ طلب جلوہ دہند از ہر در
گر قصیدہ ست وگر تہنیت ایں ست شعار | نکتہ سنجاں را در مدح عزیزاں یکسر
منکہ جز خواجہ کم آلودہ ام اندر ہمہ عمر | دہنِ خویش بمداحیِ ممدوحِ دگر
لاجرم خامہ دریں مرحلہ پُر نابلد است | مے نداند کہ چساں طے کند ایں راہگذر
تہنیت خود سخنے بیش نباشد کہ دروہ | چوں بگویند مکرّر نبود ہیچ اثر
ور بجز محمدتِ خواجہ نراند حرفے | بتملّق کندش دہر بہر شہر سمر
ور بعرضِ ہنرِ خویش دکاں بکشاید | ایں خرافت نبود طبعِ زماں را درخور
ور بہ تشبیب و غزل روئے سخن آراید | نیست ایں زمزمہ با جز بہ جوانی اجدر
ور نہد بر طلبِ جائزہ بنیادِ کلام | کردہ باشد مگر از شرم و حیا قطعِ نظر
آنکہ از مائدۂ فیضِ تو ادرار خورد | وانکہ از نعمتِ تو بہرہ برد شام و سحر
دل رضا چوں دہدش کز تو عوض دارد چشم | بر سپاسے کہ ازاں ہیچگہش نیست مفر
خامہ زینجاست کہ از غایتِ حیرت زدگی | اندریں مرحلہ نشناختہ پا را از سر
پس ہماں بہ کہ کند ختم سخن را بدعا | کہ دمِ عجز نیاید بہ دعا مدحت گر
تا کنند اہلِ سخن مدح ملوک و وزرا | تا ملوک و وزرا مرجعِ فضل اند و ہنر

باد اوصافِ تو از مدح و ثنا مستغنی — گرچه باشند به مدح تو عزیزان مضطر

باد در سایهٔ محبوب علیخاں ایمن — دولت آصفی از هر حدث و فتنه و شر

قطعه در سپاس لطف و کرم جناب کرنل ہالرائڈ وقتیکه عنان ادارهٔ تعلیم پنجاب در دست ایشاں بود

اولاً شکر آنکه فرمودی — حاجت بنده بے دریغ روا

ثانیاً عذر آنکه چندیں بار — آمدم از پئے صداعِ شما

آں شنیدی که گفت افلاطون — رنج برد آنکه در نکو بنها

رنج او عاقبت به پایاں رفت — لیک نیکی همیشه ماند بجا

راست گویم گزاردن نتواں — حق لطفے که کردهٔ بر ما

مے کنم ختم بر دعا گفتار — که نیاید ز بنده غیر دعا

ترتیب ماه ہائے جلالی در نظم

آذر و دے بهمن اسفندار فروردیں بہشت — باز خورداد است و تیر است امرداد ای جواں

باز شهریور پس مهر است و آباں بعد ازو — هر یک از ماه جلالی پیش تو کردم بیاں

فرد

چیدند خوان نعمتے چوں سیر شد دل از جہاں — دادند آب زندگی اما پس از نزع روان

شکریه مسٹر وٹن افسر محکمہ پرمٹ از طرف عزیزی انشاء اللہ خاں ہوم دہلوی

فرزانه امیر داد گر وٹن | کز داد و کرم زمانه بنواخت
دستش بگرفت زود برداشت | آنرا که فلک ز پا بر انداخت
بنواخت بقدر پایهٔ او | آں را که زمانه قدر نشناخت
اصلاح ادارهٔ نمک کرد | ز انساں که ز هر خلل بپرداخت
آوازه فگند دار و گیرش | زاں گونه که دزد زهره در باخت
ناخواسته کام ما روا کرد | ناساخته کارهائے ما ساخت
از فیض نیازمندی اوست | انشا که ز ناز سر برافراخت

قطعه بر طبع دیوان منشی اقبال حسین صاحب متخلص به عاشق

جوان مرد آزاده عاشق که نیست | در اقران خود کس مر او را قریں
نه صیاد و همواره از حسن خلق | پے صید آزادگاں در کمیں
نه سحاره پیوسته ز افسون نطق | کشند ز آشیاں باز و شیر از عریں
همے بارد از جبهه اش انبساط | اگر مهرباں هست و گر خشمگیں
نه بینیش گره بر ابرواں | نه یابیش افتاده چیں بر جبیں
دو سال ست کافسون مهر وفاش | ربودست صبرم ز جان حزیں
و[illegible] پیوند نا آشنا | که بودست فارغ ز مهر و ز کیں
ندانم که عاشق چه افسوں دمید | که در باخت خود را بمهرش چنیں

سررشتهٔ هیهات دادم ز دست — سخن ز آسمان بود و رفت از زمین
کنون رانم از طبع دیوان سخن — که شد جلوه فرما بنوعے گزین
درین روزها کز صروفِ زمان — سخن شد مُهان و سخنور مَهین
عروسِ سخن مے نیرزد بہ جو — بحُسن ار بود غیرتِ حورِ عیں
صد آباد بر عاشق و عزمِ او — کہ در دورِ ناسازگارے چنیں
ز معنی بہ بیگانہ و آشنا — فشاندست گنجینہ از آستیں

قصیدہ درشان جناب مستطاب ہز مجسٹی امیر حبیب اللہ خاں والیٔ دولت خداداد افغانستان خلد اللہ ملکہٗ۔ وقتیکہ برائے ملاحظہ مدرسۃ العلوم درعلیگڈھ نزولِ اجلال فرمودہ بودند۔ ایں قصیدہ در مواجہہ ایشاں خواندہ شدہ بود

مے رسد گر فرقِ عزت بگذرد از فرقداں — میزبانے را کہ شاہے چوں تو باشد میہماں
گر بہ رقص آید در و دیوار کالج دور نیست — زیں طرب کامد بہ دیدارش امیرِ کامراں
دولتِ بیدار مفتِ ما کہ شد مہمانِ ما — چوں تو مہمانِ عزیزِ قیصرِ ہندوستاں
زندہ کاش امروز بودے بانیِ ایں درسگاہ — تا بدیدے پایہ اش بالاتر از وہم و گماں
تا ہمہ امیدہا کاندر دلِ خود بستہ بود — از قدومِ شہ بچشمِ خویشتن دیدے عیاں
اے سراجِ ملت و دیں اے امیر ابنِ امیر — اے چو بابِ نامدارِ خویش شاہے کارداں
سنگ ہا کاندر رہِ تعلیمِ قوم آمد بہ پیش — داستانِ حسرت انگیزش نگنجد در بیاں
قصہ کوتہ جہل و دانش سالہا در جنگ بود — جہل میکوشید تا نگذارد از دانش نشاں

دولتِ ہند ار نہ بودے حامیِ ایں درسگاہ — کوششِ بانی ہمہ برباد رفتے بیگماں
شکر للہ کز میاں برخاست آں جنگِ خلاف — جملہ بربستند بر امداد ایں کالج میاں
عاقبت مقبولیِ کالج بدیں غایت رسید — تربیت گاہِ غریباں شد گزرگاہِ شہاں
شکر ایں کہتر نوازی کز قدومِ خویشتن — اہلِ کالج را فزودی آبرو و عز و شاں
گر نویسد پارہ زاں نیست یارائے قلم — ور بگویند اندکے زاں نیست نیروئے زباں
پس ہماں بہتر کہ گردد بر دعا ختمِ سخن — زانکہ ناید جز دعائے خواجہ از ما بندگاں
تا ز تعلیم است و تلقینِ دین و دنیا فروغ — تا بود وابستہ با علم و عمل نظمِ جہاں
ملتِ افغاں ز تدبیر تو اندر علم و فن — گوئے سبقت بردہ باد از جملہ ابنائے زماں
آں چناں کز نوعِ خود در زور و طاقت برتر است — ہمچناں در علم و حکمت باد ممتاز از جہاں
تا بود خیر و صلاحِ خلق در صلح و وفاق — تا نہالِ دوستی بار آورد امن و اماں
اتحادِ دولتِ ہند و خداداد امیر — باد مستحکم بسانِ اتحادِ جسم و جاں

در شکر یاد آوریِ عالیجناب ہز ہائینس امیر الامرا آنریبل نواب سر حامد علیخاں بہادر مستعد جنگ والیِ ریاست رامپور دام اقبالہم

کیست یارب کز دلِ آزادگاں — مدحِ او جوشد چو از فوارہ آب
کیست کز ذکرِ جمیلش در جہاں — ہر کسے نادیدہ میخواند کتاب
کیست کز ذوقِ ثنایش روز و شب — خامہ مے رقصد چو برق اندر سحاب
کیست کز عمیمِ نوالش چارسو — قانعاں را در دہن گردیدہ آب
کیست کز رویش برافتد گر نقاب — گوئی از مشرق برآمد آفتاب

کیست کز خویش اگر حرفے رود
دفتر اخلاق شوئی باب باب

کیست کز وصفش اگر جوئیش نام
ور زبان بر دل فزود آید جواب

شہ نشان حامد علیخاں آنکہ نیست
جز نمودارے ز رویش ماہتاب

روئے او نورِ ضمیرش را گواہ
رائے او روے منیرش را جواب

خوئے او آمد دلیلِ خوئے او
گر دلیلے بایدت زو رو متاب

کیست کز اکسیر اگر پرسی نشاں
بشنوی خاکِ درش از دل جواب

چوں ز خلوت پا نہد در جلوہ گاہ
یا کند در بزم جمعے را خطاب

چشمہا از گوشہا سبقت برد
گوشہا بر چشمہا آرد شتاب

بردہ رہ گوئی بہ آبِ زندگی
ہر کہ از لطفِ کلامش کامیاب

جاوداں ماندہ ز راحت بے نصیب
ہر کہ از اعراض او در پیچ و تاب

بر دلم نادیدہ بندِ مہر اوست
اے خوشا روزے کہ برخیزد حجاب

مہرباں بر خود گمانش کردہ ام
تا چہ تعبیر آرد ایں فرخندہ خواب

اے سلف را میوۂ نخلِ امید
وے نیاگاں را دعائے مستجاب

در جہاں باشی سلف را جانشیں
تا خلف زیشاں بود نایب مناب

نام آبا زندہ باد از نسبتت
تا پسر جوید بآبا انتساب

تا حساب از عمر و از دولت کنند
دولت و عمر تو بادا بے حساب

سلہ مسند نشینی کے چند سال بعد نواب ممدوح نے خاکسار کو رامپور میں یاد فرمایا تھا۔ اُس وقت اول یہ قطعہ بھیجا گیا تھا اُسکے بعد راقم خود

ترکیب بند

مرثیهٔ جناب مستطاب جواد الدوله عارف جنگ ڈاکٹر سر سید احمد خاں غفر له

۱۳۱۵ھ

بند اول

آه ازین تیرِ گذار اکز کماں انداختند — آه کز یک زخم قومے نیم جاں انداختند
اے عجب کز رحلتِ فردے ز افرادِ بشر — عالمے را از قیامت در گماں انداختند
اے عجب کز مردنِ یک پیرِ مردِ سالخورد — تاب و تب در کودک و پیر و جواں انداختند
اے عجب کز سوزِ اندوهِ وفاتِ مسلمے — مردمِ ہر کیش را آتش بہ جاں انداختند
سیّد اندر قوم نقدے بود اندر کیسه — کیسه خالی ماندہ و نقد از میاں انداختند
قوم را سرمایهٔ مجد و علا از دست رفت — بعد ازاں کایں گنج را در خاکداں انداختند
نو بہار آید دگر در باغِ قوم امید نیست — بعد ازو طرحِ خزانِ جاوداں انداختند
تا قیامت گوئی از تاراجِ ما فارغ شدند — کایں مصیبت بر سرِ اسلامیاں انداختند
اہلِ دیں بے یاور و دیں بیکس و بے یار ماند — ہرگہ ایں آوازه در ہندوستاں انداختند

رفت و با خود رونقِ بزمِ مسلمانی ببرد
ملت از مرگش بتر مرده مسلمانی ببرد

بند دوم

آه آه از مرگِ پر آشوبِ سیّد آه آه — آنکه در ہر نا ملائم قوم را بودے پناه
عہدِ یاری کاو به ملک و دین و دولت بسته بود — تا ز تن جاں بر نیامد داشتے دائم نگاه
مشکلِ یاراں اگر بودے ہمه طوفانِ نوح — بر مثالِ کشتیِ نوح اندرو کردے شناه

عمرہا کوشید تا شوید غبارِ سوءِ ظن　　گر نشیند از رعیت بر دلِ ارکانِ شاہ

چارہ ہا انگیخت تا طرحِ صداقت افگند　　درمیانِ حاکم و محکوم و سالار و سپاہ

کاروانِ قوم دور افتادہ بود از راہِ راست　　رفت و از بے راہہ برگرداند و آوردش براہ

در مصافِ دہر بودن دین و ملت را سپر　　حج او این بود و این بودش صوم و این بودش صلوٰة

سید القوم است ہر کس قوم را خدمت کند　　خدمتِ او بر سیادت بس بود او را گواہ

گرچہ از مامے تواند صد چو سید آورد　　آنکہ لعل آرد ز سنگ و لالہ از خاکِ سیاہ

لیک قومے کز فراز اندر نشیب افتادہ اند

باز ہرگز در نیابند آنچہ از کف دادہ اند

بند سوم

میتواں در فضل و دانش شہرۂ دوراں شدن　　در فصاحت ہمچو سحبان و حسن و لقمان شدن

میتواں در جاہ و ثروت گوئے از قاروں بُرد　　میتواں در زہد و طاعت غیرتِ سلماں شدن

میتواں در ملک و دولت خسرو پرویز گشت　　میتواں در زور و طاقت رستم و دستاں شدن

میتواں قطبِ زماں شد میتواں شد غوثِ وقت　　ہر چہ خواہی میتوانی شد بجز انساں شدن

چیست انسانی تپیدن از تپِ ہمسائگاں　　از ہمومِ نجد در باغِ عدن پژمان شدن

خوار دیدن خویش را از خواریِ ابنائے جنس　　در شبستاں تنگ دل از محنتِ زنداں شدن

آتشِ قحطے کہ در کنعاں بسوزد باغ و کشت　　بر فرازِ تختِ مصر از تابِ آں بریاں شدن

زیستن در فکرِ قوم و مُردن اندر بندِ قوم　　گر توانی میتوانی سید احمد خاں شدن

میتواں مقبولِ عالم گشت اما ہمچو شیخ　　بہرِ سودِ خلق مردودِ جہاں نتواں شدن

جورِ اخواں دیدن و در عشقِ اخواں زیستن

زخمِ پیکاں خوردن و مشتاقِ پیکاں زیستن

بند چہارم

در روشش جمعے بہ تقلید اسپِ ہمت تاختند — لیک چوں رفتند گامے چند دل در باختند
زود دانستند کایں سودا نہ ہر سر را سزد — اہلِ دعوے کاندریں میداں علم افراختند
کارِ کارِ شیر مرداں ست کز سوزِ دروں — بزم را افروختند و شمع ساں بگداختند
سیل از رہ تا دمِ آخر عناں را بر نتافت — گرچہ در راہش بسے خار و خسک انداختند
بود یاراں را سپر تا بود در ہر شور و شر — لیک یاراں بر سرش تیغِ جفا مے آختند
خواجہ در فکرِ صلاحِ دین و ملت درگذشت — لیک اہلِ دین و ملت قدرِ او نشناختند
جز ملامت ہیچ نفرستند مزدِ خدمتش — چوں بنامش قرعہ در روزِ نخست انداختند
آرے از عالم ندیدستند جز جور و جفا — آں جواں مرداں کہ کارِ اہلِ عالم ساختند
آدمی وانگہ ز قومِ مردہ خیزد اے شگفت — کایں جہانِ مردمی زیں آب و گل پرداختند

حیف کاندر جمعِ مستاں ہوشیارے بود رفت
در زمینِ شور نخلے باردارے بود رفت

بند پنجم

گوئے از گردش فرو ماندہ است چوگاں را چہ شد — کشتی از جا مے نہ جنبد موجِ عماں را چہ شد
دہ بہ ویرانی کشید و قسمت دہقانش کجاست — گلہ سرگرداں شود زود ست چوپاں را چہ شد
چیرہ شد سہراب و ایراں رستم و دستاں کجاست — یافت فرصت اہرمن مہرِ سلیماں را چہ شد
تارکِ ہر کس ندارد تابِ گرزِ روزگار — بر نمیتابد سرے ایں تُنک سنداں را چہ شد
قوم را بیمِ عتاب و چشمِ رحم از کس نماند — آں لبِ نفریں سرا آں چشمِ گریاں را چہ شد

پند این شیرین بیانان در نمیگیرد به دل — آن زبانِ تلخ گو - آن تیغ عریان را چه شد

شد خزان واز بهاران نیست یاران را خبر — آن بهارِ بے خزانِ بزمِ یاران را چه شد

دل گرفت از خندهٔ گل تا ببست از خنده لب — آن کلیدِ قفلِ دل آن لعلِ خندان را چه شد

آن که مے بخشید جان آن بادِ نوروزی کجاست — آنکه مے بارید دُر آن ابرِ نیسان را چه شد

اے علیگڈھ آنکه کروت شهره در امصار کو

آنکه از خاکت بگردون برد آن معمار کو

بند ششم

آه از آن در بیشهٔ صدق و صفا شیرِ ژیان — آنکه در ستر و علن بودش یکے دل با زبان

آنکه چون دریا نبودے تیره از بارانِ سنگ — آنکه از عزمش نه گشتے صورتِ کوهِ گران

(یعنی از عزم خود ۱۲)

بود در همت چو باهمت مُتّهم از راستی — آرے این باشد درین عالم سزائے راستان

یا چه جز علمش نبود و علم دانی نادرست — این چنین بے کس سخن کز جهل پر از جهان

(قلیل الوجود ۱۲)

بود بس بیبدل کز جفاے قوم نگذشت از وفا — کیست تا باشد براین نامهربانان مهربان

خانه اش دانی یکے مهمان سرائے قوم بود — کیست مر این میهمانان را ازین پس میزبان

بعد از و کاین هشت را گلزار کرد و رفت کیست — این بنا را ضامن - این باغ را باغبان

(کفیل ۱۲)

سعی با مشکل که بعد از خواجه ناید برقرار — جنبش از لعبت مجو - لعبت چون رفت از میان

(تجلی ۱۲ — بازیگر ۱۲)

جیش را فقدانِ سر عسکر خطر دارد خطر — گله را بگسستن از چوپان زیان اندر زیان

مهروان را بعد ازین یارب دلیل راه کیست

و بگو این بے دولتان را یار و دولتخواه کیست

بند هفتم

دوستان از مرگ نبود چاره وز فرقت مفر　　چون زنان تا چند بودن بهر سیلی نوحه‌گر
جای استقلال و وقت همت و مردانگی ست　　کاین بلای ناگهان را نیست جز همت سپر
ور غم سیلی اگر از فرض خود غافل شوید　　این مصیبت راست صد چندین مصیبت بر اثر
خواجه دارالعلمی از بهر شما بگذاشته است　　تا بود نسل شما از علم و دولت بهره‌ور
کوه را کنده است تا این جوی شیر آورده است　　بو که آب رفته در جوی شما آید ز سر
ترسم این سرچشمه گردد تیره از سنگ خلاف　　هان و هان وقت است وقت اتفاق همدگر
عزم جزم آرید و برخیزید و همداستان شوید　　دست بگشایید و بربندید دامن بر کمر
شصت ملین هست در هندستان توحیدگوی　　وه که چندین خلق در ماند ز کار یک نفر
یادگار خواجه بعد از خواجه برپا داشتن　　شکر او را خوب‌تر زین نیست اسلوب دگر

مژده او این بس که در اصلاح خود کوشید زود
کز شما غیر از شما مطلوب او چیزی نبود

قطعه در شکر صحت یابی شمس العلما مولانا شبلی نعمانی

لله الحمد پس از ناخوشی و رنج دراز　　شبلی ما به مراد از سر بالین برخاست
آنکه نامش بکمالات سمر در گیتی است　　آنکه مشهور در آفاق به شمس العلماست
آنکه گر سر کند افسانهٔ فضل و هنرش　　خامه مشکل که به پایان بردش بی کم و کاست
آنکه خوانندش اگر فخر زمان خود و بس　　گروه باشند عدول اهل سخن از ره راست
بود در علت او علت قومی مضمر　　لاجرم صحت او بهر همه قوم شفاست
بسکه او روح دمیده است به تاریخ سلف　　هر قدر فخر بدانش بکند قوم رواست

زندہ تا دیر بماناد کہ برفت از کسے بعد ازو خلعتِ تحقیق نمے آید راست

عیدی شب برات

تعالی اللہ شبے کاید درین شب کساں را مُقبل و مُدبر نماید
اگر اقبال خواہی بندگی کن کہ حلوا خوردنی را روئے باید

قطعاتِ تاریخ و مختلف مادہ ہائے تاریخ

قطعہ تاریخ طبع دیوان میر مہدی مجروح دہلوی

مجروح آنکہ نامِ سلف زندہ است ازو دانش بود غنیمت کبرے دریں زماں
دہلی کہ بود کانِ ہنر معدنِ کمال امروز از کمال نیابی در او نشاں
جمعے کہ داشت سر بفلک از وجود شاں راندند سوئے جنتِ ماوٰے یگاں یگاں
وانانکہ ماندہ اند ازاں جمع یادگار لبیک مے زنند اجل را زبانِ حال
غالب برفت نیر و آزردہ رفت و ذوق مومن برفت و حسرتی و عارف از میاں
رفتند و جائے خود ہمہ خالی گزاشتند کس بر نخاست تا بنشیند بجائے شاں
مجروح ماندہ است ازاں جمع یادگار یارب بدار از بدِ دوراں نفسش در اماں
کایں عندلیب قصہ ہمی خواند از بہار ویں گل خبر ہمی دہد از عہدِ گلستاں
دیوانِ او کہ ریختہ را دورِ آخر است خوش میرسد بصدر نشینان نکتہ داں
کایں مئے کہ واگذاشتہ میر و میرزا ست مے بخشدش بہر جگرِ تشنہ رائگاں

القصہ چاپ گشتہ ارزاں شد آں متاع — کاندر آمد بلفظ عمر خسرے بدیں ہیچوں
پرسد اگر کسے ز تو تاریخ چاپ را — گو نظم دلفریب بود سال طبع آں

۱۳ ھ ۱۶

تاریخ بنائے مکان سید عوض علی مرحوم رئیس جارچہ ضلع بلند شہر کہ حسب فرمائش برادر عزیز الوجود سید فیاض حسین مرحوم نوشتہ شد

کرد سید عوض علی تعمیر — ایں شبستان بجائے نزہت دل
چوں بہ پایاں رسید ہاتف گفت — سال ہجریش دان ظفر منزل
پس بجز لفظ بے مثال فزوں — تا شود سال عیسوی حاصل

۵۸۳ + ۱۳۰۷ = ۱۸۹۰ء

قطعہ تاریخ تعمیر مسجد واقع سونی پت کہ باہتمام خواجہ محمد علی مرحوم خطیب پانی پت اصل باقی نویس تحصیل سونی پت تعمیر یافتہ

محمد علی آں مددگار حق — کہ از مال و جان است بر دیں فدا
کمر بستہ بر یاری اہل دیں — بہ تعمیر ایں جامع دلکشا
پئے آنکہ زیں عہدہ آید بروں — کشیدہ بسے ماہ رنج و عنا
دگر جمعے از حق پرستان شہر — دریں کار با او شدہ ہمنوا
چو سال بنایش بجستم ز دل — بگفتا چہ خوش کرد مسجد بنا

تاریخ وفات محمد ابراہیم جوان مرگ طالب علم بی اے کلاس [illegible] کالج

محمد براہیم چوں ترک جاں گفت — ز نخل جوانی ثمر بر نخوردہ

بگفتم زروے الم سال فوتش
بجاں آفریں جان شیریں سپرد
۱۲۹۳ھ — ۱ × ۱۲۹۴

تاریخ بہ پایان رسیدن بنائے سید مہربان علی مرحوم رئیس گلاؤٹھی ضلع بلند شہر

علی آں سیدِ والا کہ باشد
بنامش مہرباں جزوے زاجزا
بود با ذاتِ او توام سیادت
چناں کز نام او مہر است پیدا
چو ایں کاشانہ زُاں بنیاد بنہاد
بعہدِ حاکمِ بیدار و دانا
گرو بیں آں فیض گستر کز وجودش
شد ایں معمورہ چوں گلشن سراپا
چنیں گفتش حالی سالِ تعمیر
مکانِ بے نظیر آباد بادا
۹۹ — ۱۲

تاریخ اورنگ نشینی حضور آصف جاہ نظام الملک سادس میر محبوب علیخاں بہادر فرماں روائے ملک دکن خلد اللہ ملکہ

بہ سالِ فرخ و ماہِ سعید و روز فرخندہ
نظام الملک محبوب علیخاں آصفِ ثانی
بتخت سلطنت بنشست حالی گفت تاریخش
برائے وے مبارک تاج و اورنگِ جہانبانی
۱ — ۱۳

تاریخ رحلت جناب نواب ضیاء الدین احمد خاں صاحب مرحوم دہلوی رئیس لوہارو

دردا کہ ضیاءِ دینِ احمد بربست
رخت سفر از جہاں کہ جائے الم است
از طاق و ز ایوان و ز بزم و محفل
بگسستہ برحمتِ الٰہی پیوست
۹۲۹ — ۱۱۰ ۹۸ ۴۹ ۹۴ — ۶۹۴

[1] یہ تاریخ اس طرح نکلتی ہے کہ ۹۲۹ میں سے جو کہ ضیاءِ دین احمد کے اعداد ہیں ۳۲۱ جو کہ طاق - ایوان - بزم و محفل (۱۱۰، ۹۸، ۴۹، ۹۴) کے اعداد کا مجموعہ ہے تخرجہ کرکے باقی ۶۰۸ کو ۶۹۴ میں جو کہ رحمتِ الٰہی کے اعداد ہیں ملانے سے ۱۳۰۲ حاصل ہوتے ہیں اور یہی

۱۱۰ + ۹۸ + ۴۹ + ۹۴ = ۳۵۱ … ۶۰۸ + ۶۹۴ = ۱۳۰۲ [illegible]

تاریخ بنائے مہمان سرائے در موضع مون واقع پنجاب بیاس

بحر کرم آں وزیر چند کہ باقی ست　　نام بزرگاں مون بذل و نوالش
ساخت منزلگہے چو بہر غریباں　　گفتہ گہ ہر غریب آمدہ سالش

۱۸ ۵ ۴۷

تاریخ بنائے باغ در موضع تسہ ضلع مظفر نگر ترتیب دادہ سید فیاض علیخاں رئیس

رئیس نامور فیاض علیخاں　　کہ نتواں کرد وصف او ز صد یک
بہ تسہ طرفہ باغے طرح انداخت　　کہ در خوبی زند بر خلد چشمک
چو حالی سال ترتیبش ہمی جست　　خرد فرمود باغ نو مبارک

۱۲ ۵ ۲۲

قطعہ تاریخ تعمیر چاہ بنا کردہ سید محمد ذکی رئیس سونی پت

بکند چاہ چو سید ذکی بہ سونی پت　　ز خاک جوشش بزد آب صافی و شیریں
ندا رسید ز ہاتف بگوش حالی زار　　کہ ہست سال بنا چشمۂ بہشت بریں

۱۲ ۵ ۱۷

قطعہ بر وفات مولوی چراغ علی مرحوم

آہ آہ از رحلتِ بیگاہِ اعظم یار جنگ　　کز میانِ رہ ز ہمراہاں عناں پیچیدہ رفت
حیف دنیا را بہ پنجہ سالگی کردہ وداع　　بزم ما را بزم ماتم بازگردانیدہ رفت
مستفیداں پر نکردہ دامنِ معنی ہنوز　　مشتے از گنجینۂ لعل و گہر پاشیدہ رفت
از سحابِ فیضِ کلکش تا شدہ سیراب خلق　　ساعتے برقِ یمانی از افق تابیدہ رفت

عقدہ ہا ناکشودہ ماند و نکتہ ہا نانوشتہ ماند
بہر جوئے شیر کوہ بے ستوں کشید و رفت

کرد بے آثارِ خلق اعمال سلطانی ادا
نے زکس رنجیدہ و نے کس را برنجانید و رفت

یاورانِ قوم را تا زیست یاور بود و یار
ہرچہ بتوانست تائیدِ شاں کوشید و رفت

از دلِ پُر دردِ او گاہے صدائے بر نخاست
ہمتے چوں بحر کاندر نہاں جوشید و رفت

طبعِ آزادش بہ ملت کہ نبینی صلح داشت
در دلِ خویش و دلِ بیگانہ در گنجید و رفت

گر زید صد سال کس انجامِ او مرگ ست و بس
چوں شرر بر شمعِ دوراں میتواں خندید و رفت

قطعہ تاریخ وفات جناب خواجہ کرامت علی صاحب مرحوم جو حافظ محمد یعقوب صاحب مجتبیٰ دی کی فرمایش سے لکھا گیا تھا

شد کرامت علی ز دارِ فنا
ماند خلقے بہ گریہ و زاری

مغفرت وقفِ روحِ خواجہ کہ او
یافت رحلت بہ سالِ غفاری ۱۲۹۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نثر فارسی

دیباچہ سفرنامہ حکیم ناصر خسرو متضمن سوانح عمری حکیم موصوف کہ بخلاف تذکرہ نگاران پیشین حقائق واقعیہ از سفرنامہ و دیوان شعر او استنباط کردہ بصحت ہر چہ تمامتر نوشتہ شدہ است

صاحب این سفرنامہ حکیم ابو المعین ناصر بن خسرو علوی از شعرائے قدیم خطۂ خراسان ست کہ بعلاوۂ شاعری در علم و حکمت و فضل و دانش شہرۂ روزگار بودہ ۔ مورخان و تذکرہ نگاران در شرح احوالش راہ تحقیق ناسپردہ و سرہ از ناسرہ باز ندانستہ پردہ ہائے تو بر تو بر چہرۂ مقصود فرو ہشتہ اند۔ واگر این سفرنامہ و پارۂ از دیوان اشعارش بدست نیفتادے چارہ نبود ازانکہ ما نیز بدنبال ایشان دویم و راہ از بیراہہ باز نشناسیم۔

چندانکہ درین قضیہ غور کردہ میشود چنان بخاطر میرسد کہ ہیچکس از معاصران حکیم مرو زبتحریر حال وے نپرداختہ و سالہائے فراوان وقائع زندگانی او نانوشتہ ماند۔ باعث برایں بے اعتنائیہا آن تواند بود کہ فقہائے آن زمان از شیعہ و سنیہ چنانکہ عنقریب ذکر کردہ شود ناصر را از فرقۂ اسمٰعیلیہ[۱] گمان میکردند و اسمٰعیلیان را بہ لقب ملاحدہ و باطنیہ ملقب میداشتند

۱؎ اسمٰعیلیہ طائفہ ایست از امامیہ کہ اسمٰعیل بن امام جعفر صادقؑ را بعد آنجناب امام برحق دانند و گویند امام جعفر صادقؑ [illegible]

پس غالب آنست که تا زمانِ دراز احدے از فریقین بسبب تنافرے که از تعصب خیزد بنگارش ترجمۂ حکیم موصوف میل نکرده باشد۔ اما چون در قرون لاحقه دیوان اشعار و دیگر تصانیفش در اطراف ممالک انتشار یافت و معتقدانِ او از حوالیِ کوهستانِ بدخشاں که مرقدِ حکیم در آنجا است فوج فوج ظاهر شدند آن وقت بود که اربابِ سِیَر بتفحصِ اخبار و آثارش پرداختند۔ لاکن رطب و یابسے که یافتند یا از افواهِ عامۂ ناس شنیدند بے تأمل حوالۂ قلم نمودند و افسانهاے که معتقدانِ وے از قِبَلِ خود تراشیده بر حکیم بسته بودند آنرا از افاداتِ حکیم دانستند بے آنکه بر معتقدات وے عرض کنند و صواب از خطا باز شناسند بنقل و روایتش مبادرت کردند۔ و ازیں جهت اغتشاشے عظیم در ترجمۂ حکیم سابق الوصف راه یافته و پے به سرِ کار بردن بغایت مشکل افتاده اگرچه دریں روزها چارلس شیفر نام یکے از افاضل اروپا[۵۱] احوالِ ناصر خسرو را در لغتِ فرانسه بالبسطے هر چه تمامتر نوشته است اما بسبب اجنبیت زبان فرانسه کُلِّیَّةً نمیتوان گفت که چه قدر از عهدۂ تحقیق بیرون آمده و تا کجا دادِ تنقید[۵۲] داده است۔ بناءً علیٰ ذٰلک در ذکرِ احوالش از مقالاتِ قوم بر همان قدر که منقولش قابلِ جزم[۵۳] است اکتفا خواهد رفت و باقی آنچه از کلام خودش میتوان استنباط کرد نوشته خواهد شد۔

اول اختلافے که کرده اند در تعیینِ سالِ ولادتِ اوست۔ حمد الله مستوفی قزوینی در تاریخ گزیده سال سیصد و هشتاد و پنج از هجرت خاتم النبیین صلعم ضبط کرده است و مصنف

(بقیه صفحه ۵۳) امامت را بدو تفویض داشت و با مادرِ اسمٰعیل هیچ زن و جاریه را انباز نه ساخت چنانچه نبی صلعم با خدیجه و علی با فاطمه رض ـ نیز اسمٰعیل را خاتم الائمه دانند و بششم امام لاحق کار ندارند و گویند مدار امامت بر هفت است مانند هفت روز هفت آسمان و هفت سیاره ۔ ۱۲ حالی

(صفحه هذا) ۵۱ یورپ را معرب کرده اروپا میگویند ۱۲ ۵۲ تنقید یعنی نقادی ۱۲ ۵۳ یقین ۱۲

دبستان المذاہب سیصد و پنجاہ و نہ۔ و صاحب حبیب السیر سیصد و پنجاہ و ہشت معلوم میکند اما این ہر سہ قول مردود است۔ بلکہ قول صائب آنست کہ رضا قلیخاں در تذکرۂ مجمع الفصحا[له] آوردہ و آں سیصد و نود و چار است و چارس شیفر در ترجمہ فرنساویۂ خویش ہمیں قول اخیر را اختیار کردہ و بقول خود حکیم تمسک جستہ کہ در بعضے قصائد خویش میفرماید ؎

بگذشت ز ہجرت پس سیصد نود و چار — بنہاد مرا مادر بر مرکز اغبر

نیز قاطبۂ تذکرہ نویساں اصل حکیم را از اصفہان معلوم داشتہ اند۔ اما ہیچ دلیلے کہ مفید جزم باشد ذکر نہ کردہ بل بملاحظات چند میتواں گفت کہ اورا اگر چہ بعراق عجم و پارس ہیچ تعلقے نبودہ و اسلاف و بزرگان او از عہد مامون ابن رشید یا بعبارت دیگر از زمان امام علی ابن موسی الرضا کہ جدِّ ہشتم ناصر خسرو بودہ ہمیں در صفحات خراسان سکنے داشتہ اند و معمورہ بلخ کہ تا زمان وے از دار الملک ولایتِ خراسان بودہ است باید مسقط الراس حکیم موصوف باشد چنانکہ خود گفتہ است ؎

اے بادِ عصر گر گذری بر دیار بلخ — بگذر بخانۂ من و آنجا بجوئے حال

و ہمچنیں در بسیارے از اشعارِ خود چنانکہ ہر کس را در عالمِ غربت و دوریِ وطن اتفاق افتد بر مفارقت خراسان و اہل خراسان دریغ خوردہ است و نیز در سفر نامہ عبارات بسیار است کہ بر ہمیں معنی دلالت واضح دارد۔ بالجملہ سلسلۂ نسبش بہفت واسطہ تا بہ امام ہمام علی ابن موسی الرضا علیہ التحیۃ والثنا کہ در مشہد مقدس مدفون و بہ شاہ خراسان معروف است منتہی میشود۔ بعد از حفظِ قرآن مجید کہ

له این تذکرہ از تالیفات امیر الشعرا رضا قلیخان متخلص بہ ہدایت است کہ در سال ۱۲۹۵ھ ہجری در دار السلطنت طہران چاپ شدہ و دریں ایام بہندوستان رسیدہ است ۱۲ ٭ عراقِ عجم و پارس تام دو ولایت از ممالک ایران ست و تمامی مملکت ایران را کہ پارس ہمیگویند مجاز است ۱۲ حالی

گویند در سن نه سالگی بدان مشرف شده سالہائے دراز بتحصیل علوم متعارفه از معقول و منقول
و علوم غریبه فنون متنوعه از نجوم و رمل و سائر دانشها که در آن روزگار از جمله کمالات شمرده میشد
و هیچکس را بدون آنها فرزانه و حکیم نمیخواندند مشغول بود۔ گویند ورای علوم دینیه و فنون حکمیه
که میان اهل اسلام دائر و سائر بود بر کتب مقدسه از توریت و انجیل و مجموع صحف انبیا نیز
اطلاعے تمام داشت حتی اینکه فضلائے یهود و مسیحیه آن کتاب ها را ازو اخذ میکردند۔ و آنچه از
کلام خودش در سفرنامه مظنون میشود اینقدر ست که غالبًا از لغت و خط عبرانی بیخبر نبود چه در
ذکر فلسطین مضمون بعضے کتابها که بخط عبری نوشته بودند شرح داده و بیان کرده است
مع القصه بعد از رسوخ در کمالات علمی سالها بمحصلین درس میگفت و بکشف معضلات و فتح مغلقات
از دقائق عقلیه و مسائل نقلیه مشغوف بود تا آنکه بتقریبے از بلخ به مرو شاهجان که امروز مطمح نظر
دولت روسیه است شتافت۔ مرو اگرچه الحال از تاتار مطلق العنان محسوب میشود تا در زمان
پیشین از بلاد معتبرهٔ ممالک خراسان و پایتخت سلاجقه بوده است در عهد سلاطین عجم و هم در دولت
اسلامیه اکثرے از علما و حکما از انجا برخاسته اند۔ بالجمله کار ناصر خسرو در مرو بالا گرفت۔ از وقت
طغرل بک سلجوقی در نیشاپور و کهین برادرش چغربک در مرو بر مسند حکومت جا داشتند امیر ناصر
را در خدمت چغربک قرب اختصاص بهم رسیده در سلک پیران دولت منسلک شد و چنانکه
خود در سفرنامه میگوید از جملهٔ متصرفان در اموال و اعمال سلطانی و متصدی مهمات دیوانی گشت
از تاریخ تمدن اهل اسلام لائح میشود که در قرنهائے پیشین کسانے که بلقب فلاسفهٔ اسلام
ملقب بوده اند قاطبةً روزگار به ترک و تجرید میگذرانیدند و هرگز تن بخدمت ملوک و سلاطین
در نمیدادند۔ و اول کسیکه از میان ایشان خدمت ملوک را اختیار کرد شیخ الرئیس ابوعلی ابن
سینا بود که تمام ایام حیاتش در وزارت آل بویه بسر آمده۔ صاحب روضة الصفا مینویسد که

بعد از شیخ الرئیس اکثرے از حکمائے اسلام کہ ملازمت حکام و ارباب فرمان اختیار کردند ہمہ اقتدا بہ شیخ کردند" از آنجا کہ اصل شیخ[1] ابوعلی و ناصر خسرو از بلخ بودہ است و عروج شیخ بمعارج حشمت و جاہ کہ در دولت آل بویہ او را دست دادہ ناصر را در عین شباب[2] مسموع افتادہ باشد و نیز ناصر خسرو بجزم و یقین دانستہ کہ اینہمہ شہرت و اعتبار شیخ جز بہ قرب سلاطین ہرگز صورت نمے بست لاجرم حکم میتوان کرد کہ اینہمہ اسباب ناصر خسرو را بخدمت آل سلجوق مائل کردہ و از گوشۂ عزلت بدار الملک مرو کشیدہ باشد۔ اگرچہ ناصر خسرو چنانکہ بعد ازیں گفتہ شود دیرے نکشیدہ کہ از خدمت چغربیک آزاد شدہ دیگر پیرامون آں نگردیدہ اما برادرش خواجہ ابوالفتح عبدالجلیل در عہد طغرل بیگ و پسرش خواجہ معین الدین در زمانِ ملکشاہ سلجوقی تا زمانِ ممتد ملازم دیوان و معتمد درگاہ بودہ اند۔

علی الجملہ تا سال چارصد و سی و ہفت ہجریہ کہ چہل و دو سال از عمر ناصر خسرو گذشتہ بود روزگارش در خدمت امیر چغربیک ہمبریں منوال بود تا آنکہ داعیہ سفر حجاز چنانکہ در سفرنامہ وا نمودہ است او را از جا برانگیخت و از مشاغل دیوانی بکلی دست شست تمامت اسباب جاہ و حشمت را پدرود گفت و کہین برادرِ خود ابوسعید و یک غلام را ہمراہ گرفتہ رحلتے کہ روداد آں درین سفرنامہ رقم کردہ اختیار نمود و از بلادِ خراسان و عراق عجم و آذربائیجان بہ آرمینیہ رسیدہ و از آنجا بہ شام و فلسطین و عراق عرب عبور دادہ در موسم حج وارد مکہ معظمہ شد۔ بعد ازیں بمصر رفت۔ و قریب سہ سال در آنجا اقامت داشت۔ و در زمانِ اقامتِ مصر دو بار بہ حج بیت اللہ و زیارت روضۂ منورۂ جناب رسالت مآب شرفہما اللہ تشریفاً و از حجاز آمدہ باز بمصر

---

[1] پدر ابوعلی از عمّالِ بلخ بودہ در ایام سلطنت نوح سامانی بجانب بخارا رفتہ و ابوعلی ہم در آنجا در ۳۷۰ھ ہجری متولد شدہ۔ ۱۲

[2] ولادت ناصر خسرو بعد از ولادتِ ابوعلی بیست و یک سال بودہ و در سالیکہ شیخ وفات یافتہ ناصر خسرو سی و سہ سالہ بود ۱۲ حالی

مراجعت کرد۔ در روضۃ الصفا و حبیب السیر و دبستان المذاہب چنیں نوشتہ اند کہ ہفت سال در مصر مقیم بود و ہر سال بحج میرفت اما آنچہ در سفرنامہ تصریح رفتہ است تکذیب آں میکند مع القصہ دراں ایام مستنصر باللہ فاطمی عبیدی کہ مشہورترین خلفائے فاطمیہ ہست و شصت سال بر اریکۂ خلافت متمکن بود حکومت مصر را داشت۔ آنچہ از سفرنامہ مستفاد میشود انیقدر ہست کہ حکیم را کہ با یکے از وزیران سلطنت مصر دوستی پدید آمدہ بود و یک بار بتوسط وے در قصر خلافت رسیدہ عمارتہا و صفہ ہا و ایوان ہا مشاہدہ نمودہ است۔ اما ہیچ ذکر آں نکردہ کہ در مجلس امیر المومنین المستنصر باللہ باریاب شدہ یا نہ ولاکن بشہادت قرائن صادقہ کہ عنقریب بکشف آں بپردازیم بجزم و یقین میتواں گفت کہ مستنصر او را مراعات بسیار کردہ و تخم محبت یا عقیدت خویش در دلش نشاندہ بود ٭

بالجملہ در سال چارصد و چہل و یک از مصر بازگشتہ بعد گذاردن حج سومیں در اطراف حجاز و یمن بگردید۔ و باز از راہ لحسا و بصرہ و خلیج عجم بہ پارس و از آنجا بجدود خراسان رسیدہ در سال چارصد و چہل و چار وارد بلخ شد ٭

از دیدن سفرنامہ معلوم میشود کہ حکیم موصوف را در ایاب و ذہاب دو بار از عراق عرب مرور اتفاق افتادہ اما ہیچ تصریح آں نکردہ کہ در عتبات عالیہ از کربلا و نجف و کاظمین بزیارت رفتہ یا نہ و ہمچنیں از ہیچ کسیکہ خود را شیفتہ و دلدادۂ خاندان نبوت وانماید استبعادے تمام است غالب آنست کہ دراں ایام زیارت ایں مشاہد متبرکہ از علامات تشیع یا از امارات تفضیل شمردہ میشد پس اگر کسے از مخلصان عترت رسول مقبول قصد آں صفحات مینمود ہرگز اعلان آں نمیکرد تا از شر نواصب مقتدر کہ ماحئ آثار ولائے اہل بیت بودند محفوظ تواند بود۔ و از انجا است کہ برادران ما از اہل سنت و جماعت تا امروز باآنکہ بمزارات اولیائے امت منازل بعیدہ

قطع کردہ سیر وند بازاصلا بہ سفر عراق عادت ندارند بلکہ آنرا از خصائص متشیّعین مے پندارند مع الحدیث از قراریکہ مذکور شد مدتِ سیر و سیاحتش بہ ہفت سال کشید و چنانکہ از سفرنامہ معلوم گردد مسافت راہ در آمد و شد غیر از آنکہ باطراف و جوانب بزیارتہا رفتہ موازی ہفت ہزار میل انگلیسی قطع کردہ و از انواع مشقت ہا و زحمت ہا آنچہ مقدور ہر بشر نباشد تحمل نمودہ و چوں صعوبت و دشواری راہہائے آں صفحات خاصہ در روزگار پیشین ملاحظہ شود آں ہمہ زحمت و مشقت یک بر دہ میشود۔ از ینجا اندازہ تواں کرد کہ در قرنہائے اولین چہ قسم مردان اولوالعزم و باہمت از ملتِ اسلامیہ برخاستند و چہ قدر بر سیر و سیاحت حریص بودند گویند اہالی مغرب زمین در ممالکِ بعیدہ سفر کردن و سفرنامہ ہا نوشتن از مسلمانان آموختہ اند۔ اما این سخن امروز باور نمیتواں کرد۔ چہ با اینہمہ سہولت ہا کہ در سفر بحر و بر از اختراعاتِ اروپا ہر کس را میسر است قومے در عالم نیست کہ چوں مسلمانان و لاسیما مسلمانانِ ہند ملازم خانہ و دلدادۂ وطن و بیخبر از احوال بلاد بودہ باشد۔

صاحب روضۃ الصفا و حبیب السیر چناں وانمودہ اند کہ امیر ناصر آوازۂ حسن سیرت اسمٰعیلیہ را شنیدہ از خراسان بمصر رفتہ بود۔ اما در سفرنامہ ہیچ اظہار این قسم خواطر نکردہ۔ ممکن کہ از خوف ابنائے زماں سکوت ورزیدہ باشد۔ زیرا چہ کافۂ اہل سنت و متشیّعہ فرقۂ اسمٰعیلیہ را از فرق ضالہ مے شمردند و خلفائے مصر را کہ ائمہ ایشاں بودند دوست نمیداشتند بلکہ تفسیق و تکفیر ایشاں میکردند۔ از ینجاست کہ ناصر خسرو با آنکہ سہ سال در مصر اقامت ورزید و ارادہ آں داشت کہ مدت عمر ہم در آنجا بسر آرد باز در تمامی سفرنامہ اظہار این معنی نکردہ کہ باعث این دلبستگیہا چہ چیز بودہ است۔ باید دانست کہ خلفائے فاطمیین ہموارہ داعیۂ آں داشتند کہ پایۂ صولت و اقتدار خویش بر ممالک آسیا اندازند و عظمت و بزرگی خلفائے بغداد را از قلوب

اهالی مشرق محو کرده ایشانرا بسوی خویش مائل سازند خاصه مستنصر باللہ که شصت سال متصدی
امر خلافت بوده فرصت این کار بیشتر از خلفائے ماضیه او را دست داده بود و همواره از طرف
او گروه ارجیش و دعاة دریں صفحات میرسیدند تا مردم را به روش اسمٰعیلیه دعوت کنند و حکومت
مصر را در لباس مذهب رونق دهند و عاقبة الامر ظهور مساعی مستنصر بتوسط بساسیری[1] در بغداد
و حسن صباح[2] در خراسان آنچنان شده که هر کس به رأی العین مشاهده کرده پس احتمال میرود
که ناصر خسرو را بجهت این مقصد عظیم برگزیده در مصر طلب داشته باشند که هم از روے نسب با خلفائے
مصر خویشی داشت و هم از روے عقیدت شیفته و دلدادهٔ خاندان نبوت بود و بعلاوه علم و فضل
بدرجهٔ سلطنت نیز وقوفے بهم رسانیده و مدتے در دولت آل سلجوق به تکفل مهمات دیوانی بسر برده
چنانچه در بعضے از قصائد خویش که روداد سفر بیان کرده است مے فهماند که باعث سفر مغرب
جز شوق لقائے مستنصر باللہ چیزے دیگر نبوده مضمون قصیدهٔ مذکور را باید بروجه تلخیص درینجا
ذکر کنیم که خالی از ذوق نخواهد بود میگوید "سال سیصد و نود و چار از هجرت گذشته بود که مادر مشفق
مرا بر خاک نهاد. آنوقت بالندهٔ بے شعور مانند رستنی بودم که از خاک سیاه و آب مقطر پدید آید
باز از درجهٔ نباتی بمرتبهٔ حیوانی رسیدم و روزے چند چون مرغکے پر انجنیں بودم تا آنکه بحالت
چارمیں رسیدم و ناطقه در جسم بکدر راه یافته و اثر مردمی ظاهر شده. چون عمر من بچهل و دو رسید

---

[1] بساسیری غلامے بود از غلامان بهاء الدوله دیلمی شجاع با همت که باعانت مستنصر تا یک سال قائم بامر الله عباسی را محبوس داشته و فرمود تا در بغداد خطبه بنام مستنصر خوانند. ۱۲

[2] حسن صباح سرحلقهٔ اسمٰعیلیهٔ مشرق است که در اواخر عهد خلافت مستنصر در سنه ۴۷۱ ہجریه بمصر رسیده مورد عنایات مستنصر شد و بعد از وفات مستنصر در بلاد عجم بگردید و مردم را بامامت نزار ابن مستنصر دعوت کرد و خلقے کثیر را بمذهب اسمٰعیلی متمذهب ساخت و قلعهٔ الموت و نواحی قهستان بجهت اشاعت مذهب فرستاده و آخر تمامی بلاد رودبار و قهستان و غیر ذلک در حیطهٔ تصرف آورد که موازی صد و پنجاه سال حکومت اسمٰعیلیان را در آن صفحات در ترقی بود تا آنکه در سنه ۶۵۴ بدست هلاکو خان نبیرهٔ چنگیز خان مغل مستاصل گشت ۱۲ حالی

و خود را از ہر کس بہتر یافتم۔ با خود گفتم البتہ کسے[۵۱] میباید کہ از ہمہ خلق بہتر باشد۔ چوں باز از مرغاں و شتر از بہائم و خرمابُن از درختاں و یاقوت از جواہر یا مانند قرآن از کتابہا و کعبہ از بناہا و دل از اعضاے بدن و خورشید از ستارگاں۔ پس از جاے برخاستم و سفر پیش گرفتم۔ و من بعد از خانہ و گلشن و منظر ہیچ یاد نہ کردم۔ پس حاجت خویش از پارسی و تازی و ترکی و سندی و ہندی و رومی و عبری و فلسفی و مانوی و صابی و دہری درخواستم و مکرر سوال کردم۔ بسیار از سنگ بستر و بالیں ساختم و بسیار از ابر خیمہ و چادر کردم۔ گاہے بر زمینے رسیدم کہ آب آنجا ہمچو مر (زمین) منجمد بود و گاہے بر سر کوہے برآمدم کہ از دو پیکر بلند تر بود۔ گاہے مانند شتربان پیماں در گردن و گاہے مانند استر بار بر پشت۔ ہمچنیں از شہر بہ آں شہر و از ینجا بہ آنجا پرسندہ و جوئندہ ہمیرفتم۔ بعضے گفتند کہ شریعت بہ عقل راست نمے آید زیرا کہ اسلام بہ شمشیر[۵۲] قوت گرفتہ است۔ اما ایں سخن بتقلید ایشاں قبول نکردم و از حجت و برہان قطع نظر نہ نمودم زیرا کہ حق بتقلید میسر نمیشود۔ بارے چوں خدا خواہد کہ درے از رحمت بکشاید ہمہ دشوار یہا آسان گردد۔ آخر بر در شہرے[۵۳] رسیدم کہ آنجا اجرام فلکی بندہ و چاکر و تمامی آفاق مسخر بود۔ صحراے آنجا مانند دیبا پر نقش و نگار بود و آب آنجا مانند کوثر و عسل صافی بود۔ منازل آں شہر غیر از علم و فضل و صنوبر آں باغ غیر از عقل و خرد نبود۔ شہرے بود کہ حکماے آنجا ہمہ حریر و دیبا پوشیدندے نہ (مانند فقہاے خراسان) بافتۂ پشم مادہ و نر و بر بر میکردند۔ چوں در آں شہر رسیدم خرد با من گفت کہ بیا و حاجت خود طلب کن و از ینجا مگذر۔ پس من نزدیک پاسبانِ[۵۴] آں شہر رفتم و راز خویش بگفتم۔ گفت

۵۱ مراد از آں جستجوے امام زمان ست ۱۲ ۵۲ ایں سخن تعریض ست بہ سلطنت غزنویہ و سلاجقہ کہ ملک بقہر و استیلا گرفتہ بودند۔ بخلاف علویۂ مصر کہ در عقیدۂ خود کش برحم و انصاف از سائر پادشاہان اسلام امتیاز داشتند ۱۲ ۵۳ مراد از آں شہر ملک مصر است کہ مستنصر باللہ حاکم آنجا بود ۱۲ حالی ۵۴ مراد از پاسبان آن شہر مستنصر باللہ است ۱۲ حالی۔

اندوه مخور این شهر چرخ برین است پُر از اختران بلند بلکه بهشت است پُر از پیکرهائے دلربا گفتم که مرا نفس ضعیف و نژند شده است۔ پس بر درستی تن و سُرخی رنگِ من منگر۔ من دارو بے حجت و برهان نمیخورم و از وردے نمی اندیشم و قول مُنکر نمیشنوم۔ گفت اندوه مبر که من در ینجا طبیبم۔ پس علت خود پیش من مشرح کن۔ من از اول و آخر و علت و معلول و جنس و صنعت و صورت و قادر و تقدیر و مقدر سوال کردم۔ چون آن مرد دانا این سوالها از من گوش کرد دست قبول بر سینۂ خویش نهاد (که رحمت خدا باد بر آن دست و بر آن سینه) و گفت آرے دارو با حجت و برهان دهم۔ اما مُهرے محکم بر لبت بنهادم۔ باز به شربتے که مراد او دو گواه از انفس و آفاق حاضر کرد۔ پس من آن دارو را قبول کردم۔ و او مُهرے سخت بر دهانم زد۔ و هر روز بتدریج چارۂ کارِ من همیکرد۔ تا آنکه مشتِ خاکِ مرا مانند یاقوت منور ساخت۔ اینک یاقوت منم و آفتاب من کسے است که از فروغِ وے این عالم ظلمانی روشن است۔ خوشا شهرے که پاسبانش چنان باشد و خوشا کشتی که لنگرش چنین بود۔ اے آنکه علم را صورت و فضل را جسم و حکمت را دل و مردمی را ثمره و نازش را افتخار بوده۔ من که با جامۂ پشمین و کالبد لاغر و گونۂ اصفر پیش و پیش تو ایستاده ام۔ الحق که بعد از حجر الاسود و خاک پیمبر جز بر دستِ تو لب ننهاده و من بعد تا وقتیکه زنده ام و هر کجا که باشم جز به شکر تو قلم و کاغذ و دوات نه رانم"۔

از سیاقتِ بیان این قصیده چند نتیجه استنباط میتوان کرد یکے آنکه فی الواقع ناصر خسرو آوازۂ حسن سیرت مستنصر باللہ را شنیده سفر مغرب اختیار کرده بود۔ و نیز از طرزِ حکومتِ خراسان و طریق علمائے آنجا کراهتے میداشت۔ و احترامِ خویش به قدر فضل و کمال و بزرگی و سیادتِ خود از اهلِ وطن توقع نداشت۔ و سخنانے که مستنصر باللہ هنگامِ ملاقات

براو القا کردہ آنچناں رازہائے سربستہ بود کہ ناصر خسرو کشفِ آں نمیتوانست کرد و نیز از یں قصیدہ مستفاد میشود کہ مقصود وے از زیارتِ مستنصر جز اکتسابِ سعادت و تحقیقِ راہِ حق و کشفِ معضلاتِ مذہب و رفع وساوسِ قلب چیزے دیگر نبود۔ و چوں در سفرنامہ دیدہ میشود کہ حکیم موصوف ہنگامِ معاودت از مصر بغایت تنگدست بود و در عرضِ راہ چند جا بمعونتِ دیگراں محتاج شدہ بضرورت میباید تسلیم کرد کہ مطلبِ وے ازیں سفرِ دور و دراز طلبِ جاہ و دولت نبود و قصائدِ بسیار کہ در مدحِ مستنصر باللہ انشا کردہ آنچناں نیست کہ شعرائے متملق و چاپلوس در ستایشِ اہلِ دنیا وضع کنند بلکہ از تمامی مدائحِ وے کہ تا نفسِ اپسیں در حقِ مستنصر نوشتہ ثابت میشود کہ اورا با کمالِ صدق و یقین و غایتِ خلوص ارادتِ امامِ مفترض الطاعۃ میدانست۔

بالجملہ سرگذشتِ حکیم از آنوقت کہ سفرِ وے بپایاں رسید تا آں زماں کہ مردمِ خراسان اورا بہ زندقہ و الحاد متہم کردہ بقصدِ وے برخاستند و از آنجا گریختہ بکوہستانِ بدخشاں افتاد در پردۂ اختفا است۔ اگرچہ بعضے از تذکرہ نویساں نسبت بحکیم چناں نوشتہ اند کہ میتواں گفت بعد از سفرِ مغرب و جلائے وطن مرادِ او دادہ باشد چوں رسیدن بہ بغداد و گیلان و رستمدار و مدتے با علمائے آں دیار بحث کردن و ہنگامِ مراجعت بصحبتِ شیخ المشائخ ابوالحسن خرقانی فائز شدن و بر دستِ شیخ بیعت نمودن و چند مدت در خدمتِ ایشاں روزگار گزرانیدن و امثالِ ذلک اما ہیچ ازینہا در نظرِ تحقیق وثوق را نشاید۔ بہرحال منشائے خلافِ اہلِ خراسان را بعضے چنیں نوشتہ اند کہ اورا کتابے است مسمّٰی بہ روشنائی نامہ کہ از آفرینشِ عالم و حقیقتِ روح و اسرارِ تکوین در آں کتاب سخن راندہ است و حرفہا سرودہ کہ بر زندقہ و الحاد و قائل دلالت دارد و ازیں سبب خلقے برخلافِ او کمر بستند۔ و چوں دیوانِ اورا ملاحظہ میکنیم

ہم چیزہائے بسیار ازیں قسم مییابیم - یکجا از حشر جسمانی استبعاد میکند و جائے دیگر بر وضع کائنات خُردہ میگیرد - وہمچنیں ہرگونہ وساوس خطرات کہ بخاطرش میگذرد باکمال بے باکی و آزادی حوالۂ قلم میسازد - اما اینہمہ چیزہا نمے بایست سبب انکارِ مردم شود - چہ سُنّتِ مستمرۂ شعرائے ایران زمین است کہ غالب اوقات برخلافِ قانونِ شرع نغمہ ہائے خارج آہنگ سرایند و باخدا و اہل خدا شوخیہا کنند - ولےچوں اکثر اقوال ایشاں نہ از عالم حال باشد اہل شرع حمل بر ہزل کنند و بحکم یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ - ایشاں را معذور دارند - بعضے دیگر گفتہ اند کہ او از علومِ غریبہ و تناسخ سخن میگفت و مقالاتِ او از فہم علمائے زماں بلند تر واقع شد لاجرم در طبائع خاص و عام از و وحشتے پدید آمد و قصدِ او کردند - پس از خراسان سفر کردہ بجانب بلخ رفت و آنجا نیز متواری بود تا آخر بکوہستانِ بدخشاں افتاد - ایں سخن چنداں کہ غور کردہ شود ہیچ استبعادے ندارد - چہ در طبقہ از طبقات اسلام جمعے کہ خلاف جمہور حرفے بزبان آوردند از دست فقہائے زماں چہ جفاہا کہ نہ کشیدند و چہ بلاہا کہ ندیدند - اما ورائے ایں ہمہ سبب سببے دیگر بود کہ سائر اہل خراسان را ازجا در آورد - خاوندشاہ در روضۃ الصفا بہ تبعیت او صاحب حبیب السیر و دبستان المذاہب نوشتہ اند کہ "امیر ناصر چوں از مصر مراجعت کردہ باز بخراسان رسید مردم را بخلافتِ مستنصر و روش اسمٰعیلیہ دعوت میکرد - اعدا قصدِ وے کردند - خوف و ہراس بر او استیلا یافت و در جبلے از جبالِ بدخشاں پنہاں گشتہ بست سال بہ آب و گیاہ قناعت نمود" ہرچند در سفرنامہ دلیلے روشن برمدعی یافتہ نمیشود - اما چنانکہ بالا ذکر کردہ شد از نقد را انکار نمیتواں کرد کہ ناصر خسرو را آوردے کہ از مصر برائے اہل وطن آورد محبت علویہ مصر بود - وعلی الخصوص از مناقب مستنصر باللہ سینہ و دل لبریز داشت بے از قضائے طوال در مدح وے انشا کردہ وہم در سفرنامہ عدل و داد او را بیش از بیش ستایش

نموده۔ وچنانکه از مضمون قصیدهٔ مذکورة الصدر متبادر میشود میباید به دعوت روش اسمٰعیلیه ونشرِ مناقب ایشان اقدام کرده باشد۔ ونیز دریک قصیدهٔ فخریه بدیں مطلب اشعارے کرده است جائیکه میگوید ؎

ازیرا نظیرم کسے در نیابد — که برائے آں رهبر بے نظیرم
نه بس فخرم آں که امامِ زماں را — سوئے عاقلانِ خراساں سفیرم

پس علمائے خراسان وماوراء النهر که با خلفائے بغداد غایتِ عصبیت داشتند وعلویهٔ مصر را غاصب خلافت وضال ومُضل مے شمردند البته ایں صدائے غریب را گوش کرده با حکیم درآویخته باشند واهالیِ ملک وولاةِ عهد را بخلافِ وے برانگیخته۔ حکیم نیز در بعضے اشعار خود دشمنیِ اهل خراسان را بر دوستیِ اهل بیت بنا نهاده است، جائیکه میگوید ؎

گرچه مرا اصل خراسانی است — از پسِ پیری ومهی وسری
دوستیِ عترت وخانِ رسول — کرد مرا یُمگی و مازندری

راس ورئیس مدعیانِ حکیم یکے مفتیِ خراسان بود حنفی المذهب ودیگر حاکمِ بلخ که در اکثرے از اشعارِ وے روئے شکایت با ایشان است وقصائد بسیار که دریں خصوص گفته است دلالت دارد براینکه تا آخرِ عمر از دوریِ وطن وجورِ اهالیِ وطن مینالید وشب وروز فریاد وزاری میکرد۔ در بعضے اشعارِ خود با ولایتِ خراسان خطاب کرده میگوید که اے خراسان اگر حال تو بے من مبارک ومیمون است بارے احوالِ من بے تو دگرگون است۔ مرا فرومایگان که از نماز خویش ساهون باشند از خانماں براندند۔ همانا که ایزد تعالی بشامتِ ایں فرومایگان خشم خود بر خراسان باریده است که اوباشے چند بے خان ومان امروز در آنجا خان وخاتون شده اند۔ آرے دنیا بهشتِ کافر وزندانِ مومن است واز ینجاست که تو اے حاکمِ بلخ، در بلخ چوں بهشتی ومن در یُمگان محبوس ومسجون مانده ام

تو از جهل در مُلک همچو فرعونی و من از علم در زندان مانندهٔ ذوالنون" و نیز میگوید " اگر اکنون فلک
رام من نیست هیچ غم نباشد که مدّتها رام من بوده است. اگر تنِ من از گلشن دور است گو باش
چرا که از دل به چمن در گلشنم. مرا بر گرسنگی صبر کردن خوشتر از آن است که طعام از دستِ فرومایگان
دریابم. اکنون بر آن سرم که ازین چاهِ زشت و ژرف که مراد از دنیا باشد بالا روم و سوی بهشت
عدن یکی نردبانے برنهم که یک پایه از صلوٰة و پایه دیگر از صیام داشته باشد. یکچند مرا در پیشگاهِ
ملوک و مجلسِ سلاطین میدیدند. اما اکنون از گردشِ روزگار چیزے دیگر گشته ام که گوئی خود
آن آب و گل نه ام که پیش ازین داشتم. چون فلک با من اینگونه بازیها کرده است بنابران
از جفائے او دل پُر از کین دارم. و بر آن سرم که از وے کینِ خود بکشم و امیدوارم که مستنصر بالله از خدا
بر اولیائے شیاطینم نصرت دهد. و آن زمانهٔ بیوفائی پیشینِ من باز پیشِ من بنده شود. و فردا
بفرِّ دولتِ مستنصر مجلس جز در کنارِ جوزا نیابم." و دیگر ازین نوع گله هائے دردمندانه در دیوانِ
اشعارش بسیار است چنین بنماید که عقیدتِ مستنصر بالله و وے که در نشرِ فضائل و محامدِ وے
داشت بر حُبِّ جاه و دنیا طلبی او غالب آمده بود. چه با آنکه علمائے بر خلافِ او کمر بسته قصدِ هلاکِ
او کردند و از خان و مانش براندند و جاه و اعتبار یکه در دولتِ عهد داشت یکلی از دست داده بود
باز تا دمِ آخرین ازین ترانهٔ دلکش خاموش نشده. اگرچه آن همه جد و جهدِ او در ایامِ حیاتِ وے
کارے از پیش نبرده و در بادی النظر ثمره بر آن مترتب نشده اما در نظرِ راقم آتشے را که بعد از
وفاتِ وے بسعیِ حسن صباح از ممالکِ خراسان سر بر زده و تا مدتِ صد سال از پا ننشسته
اثرِ همان اخگرِ افسرده باید پنداشت که ناصر خسرو در دلهائے مردم نهان گذاشته بود.

مع القصه بعد از آنکه اهالیِ وطن با او مخالفت ورزیدند از خراسان گریخته بدرهٔ یمکان
که از اعمالِ بدخشان است در او خود را بدان نسبت یمگی گفته است شتافت و سالیانِ دراز تا نفس

در اسپین ہم درآنجا بود۔ بعد از وفات ہم درآنجا مدفون گشت۔ گویند مردم آں نواحی با حکیم اعتقاد زیادہ دارند و مرقد او را تعظیم و احترام بسیار میکنند۔ بعضے او را سلطان میپندارند و بعضے شاہ و بعضے امیر و حکیم۔ دربارۂ مذہب اعتقاد وے اقوال مختلفہ رقم کردہ اند۔ رضا قلیخاں در مجمع الفصحا او را بر مذہب حق گفتہ است کہ پیش وے سخن در طریقہ اثنا عشریہ است۔ اما ایں سخن خیالے بیش نیست۔ در سفرنامہ ہر جا کہ شیعیان را ذکر کردہ است چناں مینماید کہ از ایں طائفہ اجنبیت تمام دارد۔ یکجا در ذکر بعضے مواضع شام میگوید "قبر ابی ہریرہ آنجاست بیرون شہر در جانب قبلہ اما کسے آنجا بزیارت نتواند رفتن کہ مردم آنجا ہمہ شیعہ باشند و چوں کسے آنجا بزیارت رود کودکان غوغا کنند و غلبہ بسر آنکس برند و زحمت دہند و سنگ اندازند۔ ازیں سبب من نتوانستم زیارت آں کردن" و چارلس شیفر در ترجمہ سفرنامہ خویش حکایت از حکیم متضمن انکار حشر جسمانی و جواب آں از محقق طوسی نقل کردہ است و از جوابے کہ محقق نوشتہ پیداست کہ او حکیم ناصر را از مومنین صادقین نمیدانست و آں ابیات ایں است (ناصر خسرو)

مردکے را بدشت گرگ درید — زو بخوردند کرگس و زاغاں

ایں یکے رید بر سر کہسار — واں دگر رید در بن چاہاں

اینچنیں کس بحشر زندہ شود — تیز در ریش مردک ناداں

(محقق طوسی)

ایں چنیں کس بحشر زندہ شود — گرنماید عنصرش جُز جُز

زاں ہمیں بازنیست مشکل تر — تیز در ریش ناصر خسرو

اما اینقدر البتہ قابل تسلیم است کہ پدرش خواجہ معین الدین چنانکہ نور اللہ شوستری در مجالس المومنین گفتہ مذہب تشیع داشت و با آنکہ در دیوان ملک شاہ سلجوقی ملازم بود۔ باز تقیہ

نمیکرد و علانیه بر طریقۂ اثنا عشریه سلوک مینمود۔ ولاکن قاضی موصوف که هیچ صوفی و حکیم را
در مجالس المومنین از خلعتِ تشیع محروم نگذاشته در حق ناصر خسرو هیچ نگفته است۔
دولت شاه سمرقندی میگوید که ناصر خسرو را بعضے عارف و موحد و بعضے دهری و طبیعی گفته
اند۔ و گویند به تناسخ" و نیز میگوید که "بصحبتِ شیخ ابوالحسن خرقانی رح رسیده و تنها بریاضت و
تصفیۂ باطن مشغول بود۔" اما هیچ ازین سخنان تا به شهادتِ مقرون نباشد قابلِ وثوق نیست و
صاحبِ روضة الصفا و حبیب السیر او را از اسمٰعیلیه محسوب داشته اند۔ و صاحبِ بستان المذاهب
باوجود این نسبت او را هیچ ستایش نیز کرده و بغایت مقید امورِ شرعی وانموده است۔ و حق
آنست که تا هنگامِ مراجعت از سفرِ مغرب بر طریقۂ جمهورِ اهلِ سنت سلوک داشت و اکثرے از عباراتِ
سفرنامه بر همین دلالت میکند۔ جناب عائشه صدیقه و عمر فاروق را به آدابیکه شعارِ سنیان است
نام برده است و سائر مناسکِ حج بر وفقِ مذهب اهلِ سنت بیان نموده و در بعضے از اشعارِ او دیده
ام که حضرتِ صدیق و فاروق و ذی النورین را بصدق و عدل و حیا ستوده است۔ اما شک نیست
که در زمانِ اقامتِ مصر که شش سال طول کشید و با مردم اسمٰعیلیه معاشرت و مصاحبت اتفاق
افتاده انقلابے عظیم در خواطر و افکارش راه یافته۔ و اگر هیچ نگوئیم اینقدر خود میباید تسلیم کنیم که روش
اسمٰعیلیه را بد نمیدانست و خلافتِ فاطمیین را در برابر خلافتِ عباسیه به استحقاق نزدیکتر
مے پنداشت و علی مرتضی را بر خلفاے ثلثه تفضیل میداد و ائمۂ اهلِ بیت را سرچشمۂ علمِ باطن
و خازنِ اسرارِ شریعت میدانست و نیز متمذهب بمذهبِ کسے از ائمۂ مجتهدین نبود۔ و تقلید و
اهلِ تقلید را جابجا در اشعارِ خود نکوهش کرده و بعلاوه آں بعضے از معتقداتِ خاصۂ اسمٰعیلیان
نیز از کلامش مستفاد میشود مانند قول به نفسِ کلی که آنرا مصدرِ کائنات میدانند و دیگر عقیدۂ
از سائر فرقِ اسلامیه منفرد اند که این اصل از امّهاتِ عقائدِ ایشان است و ناصر خسرو درینباب

چناں فرمودہ است ؎

ترا نفسِ کلی چو بشناسی اورا | نگہ دارد از جہل و عصیان و نسیاں
کل از نفس کل یافتست آں عنایت | کہ تو خوش منش گشتہ زانِ شادماں
زر و سیم و گوہر شد ارکانِ عالم | چو پیوستہ شد نفس کلی بارکاں

دیگر چیزہاے بسیار ازیں نوع در دیوانِ اشعارش میتواں یافت اما چنانکہ اہلِ خراسان گمان کردند ہرگز از منہج قویم اسلام تجاوز نہ کردہ و بر اصولِ اسلام از توحید و رسالت و معاد تادم واپسین ثابت قدم بودہ۔ چنانکہ میفرماید ؎

بنالم بتو اے قدیم قدیر | ز اہلِ خراسان صغیر و کبیر
چہ کردم کہ از من رمیدہ شدند | ہمہ خویش و بیگانہ بہ خیر خیر
مقرم بفرمانِ پیغمبرت | نہ انباز گفتم ترا نے نظیر
بہ امت رسانید پیغام تو | محمد رسولت بشیر و نذیر
نیاورد قرآں بہ پیغمبرت | مگر جبرئیل آں مبارک سفیر
مقرم بمرگ و بحشر و حساب | کتابت ز بر دارم اندر ضمیر

این است خلاصہ انچہ متعلق بہ مذہب عقیدۂ حکیم از کلامِ خودش مستفاد میشود۔ و در مثنوی مظہر العجائب کہ منسوب بہ شیخ عطار است قدس سرہٗ فضائل و مقامات وے آنچناں مذکور شدہ کہ میبایہ او را در زمرۂ عرفا و واصلین منسلک شمارند۔ اما چوں در تذکرۃ الاولیا کہ از مصنفاتِ معتبرہٗ حضرت شیخ است اشعارے بذکر حکیم نرفتہ۔ گمان میرود کہ مثنوی مذکور از ملحقات باشد چہ معتقدانِ ناصر خسرو ازیں قسم سخنان در حق وے بسیار تراشیدہ اند۔ زکریا ابن محمود قزوینی در جغرافیۂ خود کہ آثار البلاد و اخبار العباد نام دارد در بارۂ او چناں نوشتہ است کہ "در عہدِ حکومتِ

حسام الدین ابو المؤید ابن نعمان حاکم بلخ چون مردم ازو منحرف شدند بجانب یمکان شتافت و
در آنجا به نیروی دستگاهی که در علوم غریبه و تسخیر روحانیات داشت قلعه‌های منیع و ایوان‌های
رفیع برپا کرد" همچنین در ندامت نامه که بحکیم نسبت کرده اند۔ و حاجی لطف علیخان آذر جامع
تذکرۂ آتشکده و بعضی دیگر تذکره نگاران در ترجمۂ حکیم آنرا از اول تا آخر نقل نموده اند۔ ازین نوع
داستانهای بے سروبن بسیار است که هیچ با عقل و عادت و تاریخ و جغرافیه آشتی ندارد۔ و در جاهای
بسیار منافی قول حکیم است۔ مثل آنکه در مصر و بغداد و گیلان و بدخشان هرجا که رفته علی الفور بوزارت
اختصاص یافته و بر جمیع امور مالی و ملکی متصرف گشته۔ چه ازین قسم اتفاقات بعلاوه آنکه سفرنامه
تکذیب آن میکند۔ خلاف عادت روزگار نیز باشد۔ یا آنکه روحانیان را تسخیر کرده بهر کاریکه
میخواست مامور میداشت و آنها در طرفة العین آن کار را بانجام میرسانیدند حتی اینکه یکجا
مریخ از آسمان فرود آمده برحسب خواهش حکیم سیصد نفر را بقتل در آورد۔ یا مانند رسیدن حکیم
از مصر به بغداد در عهد القادر بالله که با تاریخ مباینت کلی دارد۔ چه وفات خلیفۂ موصوف در سال
چارصد و بست و دو و مراجعت ناصر از مصر در سال چارصد و چهل و یک اتفاق افتاده۔ یا آنکه
در بعضی از مجالس عراق فاریابی را در بحث حشر و نشر الزام صریح داده بود و حالانکه تاریخ ازین معنی
ابا میکند۔ زیرا که هیچکس از مشاهیر اسلام غیر از ظهیر الدین شاعر که مادح قزل ارسلان است بلقب
فاریابی شهرت نداشته و او اصلاً معاصر ناصر خسرو نبوده۔ چه وفات او بعد از وفات ناصر خسرو
بیک صد و هفده سال واقع شده است و اگر گویند که مراد از فاریابی حکیم ابونصر فارابی است۔ پس
غلطی آن ظاهرتر است زیرا که ابونصر در اوائل مائۂ رابعه از دنیا رحلت کرده و ناصر خسرو در اواخر
قرن مذکور خلعت هستی پوشیده۔ پس معاصرت چگونه صورت بندد و با قطع نظر از آن اصل ابونصر از
فاراب است نه از فاریاب۔ یا آنکه روحانیے را چون برای هلاک پادشاه ملاحده در گیلان برگماشت

وحال او متغیر گشته مشرف بر ہلاک شد خواست تا بحیله از گیلان بیرون رود پس از پسر ملک رخصت طلبید تا گیاہے که آن مرض را علاج بود و در صحراے دمشق یافت میشد در دمشق رفته براے ملک بیارد و حال آنکه مسافت در میانه گیلان و دمشق کمتر از ہزار و یا نصد میل انگلیسی نخواہد بود۔ بعلاوه این ہمه تُرّہات و اباطیل وجود ملاحده در ایران چنانکه در رساله مذکور تصریح رفته است ہرگز در عہد ناصر خسرو نبوده - چه حکومت اسمٰعیلیهٔ مشرق که بعد بملاحده و یا باطنیه موسوم گشتند در ممالک ایران در سال چار صد و ہشتاد و چار بوجود آمده است و آنوقت بر وفات ناصر خسرو سه سال گذشته بود - و اما تسمیهٔ ایشان باسم ملاحده پس در اواخر قرن سادس واقع شده - ہمچنین چیزہاے بسیار درین رساله آنچنان ہست که در نظر تحقیق ہیچ سے نے ارزد - صاحب بستان المذاہب در حق این رساله میگوید که بعضے از جُہّال ندامت نامه از و بسبب معاشرت با اسمٰعیلیه الموتیه[له] ساخته اند و حال آنکه او تابع اسمٰعیلیهٔ مغرب ہست با الموتیه موافقت و مصاحبت نداشت این ہست آنچه در باب ناصر از اسمٰعیلیه شنوده و در کتب تواریخ دیده شد۔

غالب آنست که بعد از وفات حکیم بعضے معتقدان او چون دیدند که فقہاے زمان او را به زندقه و الحاد متہم دانند به نیکی از و یاد نکنند - آنوقت این افسانہاے بے سر و بن وضع کرده باشند - چه اکثرے از مقامات که در ندامت نامه مذکور تمہید یافته براے ساحت حکیم از الزامات علما و فقہاے آن زمان میکند و چون عادت پیشینیان آن بود که ہر کرا برگزیده درگاه الٰہی وا مینمودند ہمیں بر ذکر صلاح و تقوے و صدق و عدالتش قانع نمیشدند بل به امورے که فوق العقل و العادة باشد نیز متصف میساختند - لاجرم قصہاے شگرف و افسانہاے غریب در آن میانه درج نمودند - اما با این ہمه خرابی ہا که مذکور شد بعضے از وقائع صحیحه متعلق به سیرت حکیم ازین رسا

له الموت نام قلعه ایست در خراسان که ابتداے تسلط اسمٰعیلیه مشرق از آنجا شده و ازین سبب اسمٰعیلیان ایران را الموتیه خوانند ۱۲ حالی

استخراج میتوان کرد۔ ازانجمله یکے نوشتنِ تفسیر بر قرآن مجید است موافق اصول مذهبِ اسمٰعیلیه اگرچه از رسالهٔ مذکور سببِ ارتکاب این فعل چناں معلوم میشود که چوں در قلمروِ ملاحده رسید و ایشاں براه دست یافتند، بادشاه ملاحده اورا بریں کار مجبور ساخت و در صورتِ امتناع بقتل تهدید کرد پس بخوفِ تلفِ نفس رخصتِ شرع بر نوشتنِ آں اقدام نمود۔ اما چنانکه بالا ذکر کردیم آنوقت طائفهٔ ملاحده در مشرق زمین هیچ وجودے نداشت پس معلوم شد که تفسیر مذکور در حالتِ اختیارش از روئے اضطرار نوشته بود و مدتها بنام ناصر خسرو اشتهار داشته ورنه کسے را که در صدد ابرائے نفسِ حکیم از طعنِ اسمٰعیلیت باشد چه ضرور بود که تفسیر مذکور را باو نسبت میکرد۔

اکنوں باز بر سرِ سخن رویم۔ در تاریخ وفاتِ حکیم نیز مانند سالِ ولادتِ او اختلاف کرده اند دولت شاه سمرقندی میگوید۔ در سالِ چهار صد و سی و یک اتفاق افتاده اما سفرنامهٔ وے به بطلان آں گواهی میدهد۔ چه سفر مغرب خود در سالِ مزبور واقع نشده بود۔ تا بسفر آخرت چه رسد و طامس ولیم بیل در مفتاح التواریخ سنه ۴۴۱ھ چهار صد و چهل و یک نوشته است۔ این قول نیز چوں قولِ سابق درست نیست چه بریں تقدیر لازم مے آید که مدتِ حیاتِ او زائد بر چهل و هفت سال نباشد و لاکن قصیده که در شصت و دو سالگی گفته در دیوانِ اشعارش یافته ایم۔ و این دو بیت ازانجا نقل میشود ؎

گرتنم از گلشن دور است من | از دلِ پُر حکمت در گلشنم
شصت و دو سال است که گویه همے | روز و شباں گردوں رهادهم

صاحب حبیب السیر میگوید که ایامِ حیاتِ ناصر بعقیدهٔ صاحب تاریخ گزیده از صد سال متجاوز بوده و صاحب مجمع الفصحاء گفته که یک صد و چهل سال عمر یافت و در سنه ۵۳۴ بعالم باقی شتافت و با شیخ الرئیس ابو منصر ملاقات و مقالات نموده۔ اما اینهمه اقوال از پیرایهٔ صحت عاری و از زیورِ تحقیق

باطل است و صحیح ترینِ اقوال آنست کہ حاجی خلفا در تقویم التواریخ نوشتہ و آں سال چار صد و ہشتاد و یک از ہجرت خاتم الانبیا است (علیہ التحیۃ و الثناء) و نیز ازیں کتاب معلوم میشود کہ وفاتِ حکیم ناصر خسرو و رحلت جناب شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری ہروی در یک سال واقع شدہ و بریں تقدیر عمر حکیم ہشتاد و ہفت سال برسے آید۔

از مصنفاتِ حکیم یکے روشنائی نامہ در نظم و دیگر کنز الحقائق در نثر شہرت دارد اما چنیں کہ ملاحظہ میکنیم او را غیر ازیں نیز تصنیفات بسیار است از انجملہ یکے کتاب الندامۃ فی زاد القیامۃ در لغتِ تازی است کہ چارلس شیفر در ترجمہ خود ذکر آں میکند و میگوید کہ "ناصر خسرو درایں کتاب اظہارِ ندامت و انفعال از زلّات و خطایاے خود کردہ است و در بادی النظر چناں مینماید کہ بنیادِ آں بر خیالاتِ بحتِ افکارِ لاطائل است اما اگر بغور دیدہ شود بعضے افاداتِ جلیلہ واقعیہ نیز از آں استنباط میتواں کرد۔ و میر متقی کاشی آں را از تازی بہ پارسی ترجمہ کردہ است۔" و صاحبِ ہفت اقلیم نوشتہ کہ از جملۂ کتابہاے او در نظم کتابے موسوم بہ سعادت نامہ نشان دادہ است۔ دیگر احوال ایں کتاب ہیچ ننوشتہ۔ و در ضمن رسالہ کہ سخن در تغلیطِ آں بالا گذشت۔ مصنفاتِ عدیدہ با حکیم نسبت کردہ شدہ است چوں کتاب مستوفی در فقہ و زاد المسافرین در معقولات و قانون اعظم و دستور الاعظم و تفسیر قرآن مجید و امثال ذلک۔ اگرچہ مضمون ایں رسالہ اصلا قابلِ التفات نیست اما غالب آنست کہ مردم آنوقت ایں کتابہا را از افاداتِ حکیم میدانستند ورنہ نسبت چیزے کہ وجود نباشد با ہیچ کسیکہ علما منکر او باشند چگونہ صورت مے بست۔ و حکیم نیز بر بعضے ازیں کتابہا در شعر افتخار کردہ است چنانچہ میفرماید۔

زِ تصنیفاتِ من زاد المسافر کہ معقولات را اصل است قانون
اگر بر خاکِ افلاطون بخوانند ثنا خوانند مر اخاکِ فلاطون

دیگر از افادات وے ایں سفرنامہ است کہ در دست داریم و الحق کہ بسیار مستحق مدح و ستایش است۔ سادگی الفاظ و راستی بیان کہ دریں سفرنامہ دیدہ میشود گواہ اینمعنی است کہ صنعتہائے بیہودہ و مبالغہ ہائے دور از کار کہ من بعد در منشآت ایران بکلی راہ یافتہ تا قرن خامس ہیچ وجودے نداشت۔ در تمامی سفرنامہ کمتر واقعہ برخلاف عقل و عادت ذکر کردہ است۔ و اگر چیزے ازیں قبیل مسموع افتادہ بضرورت روایت کردہ عہدہ آں بر راوی گذاشتہ است۔ در ذکر وادی جہنم کہ در فلسطین است میگوید "مردم عوام چنیں گویند کہ ہر کس بسر آں وادی شود آواز دوزخیاں شنود کہ صدا از آنجا برمے آید۔ من آنجا شدم اما چیزے نشنیدم"۔ و در آخر سفرنامہ چناں تصریح کردہ است کہ "ایں سرگذشت آنچہ دیدہ بودم براستی شرح دادم و بعضے کہ بروایت شنیدم اگر در آنجا خلافے باشد خوانندگان ازیں ضعیف ندانند۔ و مواخذات و نکوہش نکنند"۔ ہرچند در ہر واقعہ مورخانہ نظر کردن و باسباب و نتائج آں وا رسیدن و از جملہ مشاہدات حوادث منتجہ را التقاط نمودن و حوادث عقیمہ را از میان انداختن و از رسوم و عادات اہالی ہر ملک و خصائص ایشاں محققانہ سخن راندن کہ امروز در روزنامہ ہائے اروپا دیدہ میشود دریں کتاب کمتر است فاما در زمانے کہ ایں روزنامہ مرقوم شدہ علم و معرفت مردم در دائرۂ بغایت تنگ محدود بودہ و سرمایۂ آنکہ در ہر باب رائے میتوان زد از آنچہ مشاہدہ رود و باسباب و نتائج آں پے میتواں برد در دست نداشتند۔ پس ہر قدر کہ از قلم ناصر خسرو دریں زمانہ تراوش یافتہ مزیدے برآں متصور نبود۔ و مع ذلک تا امروز در زبان پارسی ایں نوع گذارش واقعات و تصویر مشاہدات ہرگز دیدہ نشدہ۔ بالجملہ ایں سفرنامہ نیز مانند سائر تصنیفات حکیم دریں ممالک ندرتے تمام داشت و دریں جزو زمان جز در کتابخانہ سرآمد مورخان روزگار جناب مستطاب نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر

دہلوی رئیس لوہارو ہیچ جا دیدہ نشدہ۔ اما در سال ہزار و ہشتصد و ہشتاد و یک مسیحی چارلس شیفر نام یکے از افاضل اروپا بتوسط بعضے از شناختگان دولتِ انگلیس آں نسخہ[1] را از انجا طلب داشتہ و در لغتِ فرانسہ ترجمہ کردہ اصل و ترجمہ ہر دو را در محروسۂ پاریس دار الملکِ فرانسہ طبع ساختہ است چنیں مینماید کہ اکثرے از مورخان و تذکرہ نویسان کہ در مصنفاتِ خود بذکرِ حکیم پرداختہ اند ازیں سفرنامہ بے خبر بودہ اند حتی اینکہ ہیچکس امرا و عہدِ طغرل بیگ و چغر بیگ نشان ندادہ و بسیارے از واقعات برخلافِ ایں سفرنامہ نوشتہ اند۔ و بعضے از ایشاں کہ سفرنامہ را از جملۂ تصنیفاتِ وے شمردہ اند۔ غالباً آنرا بچشم خود ملاحظہ نکردہ۔ و آنچہ حکیم در آخر سفرنامہ عزیمتِ سفرِ مشرق ظاہر نمودہ معلوم نیست کہ از قوت بفعل آمدہ یا نہ۔ اما از بعضے عباراتِ ایں سفرنامہ پیدا است کہ در لاہور و ملتان رسیدہ است +

از مطالعۂ ایں کتاب ثابت میشود کہ نویسندۂ آں بہ علم و فضل و تفحص نظر و راستی گفتار و متانتِ بیان و ذوقِ تحقیق موصوف بودہ۔ و اگرچہ در اوائل حال ہم بتقاضائے سِن و ہم بحکم اسبابِ تنعم عفاف و تقوے کمتر داشت و بر شربِ خمر مواظبت میکرد۔ فاما در آخر عہدِ شباب بتوبہ و انابت موفق شدہ ترکِ حشمت و جاہ گفت و بدولتِ علم و ذخیرۂ دانش قناعت کردہ دامن از تعلقاتِ روزگار برچید۔ و برخلافِ مشائخ عہدِ ما کہ ہمہ در گوشۂ مسجد و زاویۂ خانقاہ سیرِ انفس و آفاق کنند و از کنج عزلت پا بیرون نکشند مردانہ بر سفرِ بلاد و امصار بمشاہدۂ عجائب قدرتِ آفریدگار کمرِ ہمت بربست +

دیگر حکیم موصوف را دو دیوان اشعار است یکے عربی و دیگر پارسی۔ دیوانِ عربی را صاحب

---

[1] ایں نسخہ در عہدِ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بہ کتابت در آمدہ و مدتے در کتابخانۂ خان اعظم مرزا عزیز کوکلتاش محفوظ ماندہ کہ یکجا حاشیہ بقلم خودش ثبت فرمودہ است و آں متعلق بہ تجدید بیتِ مسجد نبوی است کہ در سنہ ۱۰۰۱ ہجری واقع شدہ ۱۲ حالی

تذکرهٔ مجمع الفصحا، از جملهٔ تصنیفاتِ وے شمرده است و دیوان پارسی که مشتمل ست بر چندین هزار بیت در ایران چاپ شده بین الناس متداول ست۔ و راقم این سطور مجموعهٔ منتخبے ازاں هنگام تحریر این اوراق از کتابخانهٔ سابق الوصف بدست آورده است۔ وے حجت تخلص میکند احیاناً تا ناصر و ناصر خسرو نیز بحسب ضرورت در شعر مے آرد۔ غالب اشعارش قصائد و مقطعات ست و سخنش با سخن عامهٔ شعرا هیچ نمیماند۔ در یک بیت ندیده ام که از عشق و جوانی حرفے گفته یا مدح اهلِ دنیا لبے آلوده باشد۔ مجموع دیوانش مشتمل بر مناقبِ ذریّهٔ رسول و لاسیما در حکایتِ نصرا و مواعظ و حکم و اسرارِ تکوین و شکایت ابنائے زمان و ذمّ علمائے ظاهر ست و غالب اشعار در بحورِ غریبهٔ قلیلة الاستعمال گفته۔ اگرچه عامهٔ گفتارش تمام مکرر وارد۔ امّا بلاغتِ شاعرانه را با جزالتِ حکیمانه جمع کرده۔ و قدرتے که بر اداے مطالب عالیه در نظم داشته در نثر دیگران هم نتوان یافت۔ قدرِ یسیرے از کلامش در اینجا نقل میشود۔

در نکوهش ابنائے روزگار

گوئی مرا که جوهر دیوان آتش است — دیوانهای زمانه از گِل مخمّرند
جز آدمی نزاد ز آدم درین جهان — اینها ز آدم اند چرا جملگی خرند
دعوے کنند آنکه براهیم زاده ایم — چون نیک بنگری همه شاگرد آزرند
خویشی کجا بریم که از بهر لقمهٔ — اینجا برادران همه خصم برادرند
نه کافرے بقاعده نه مومنے بشرط — همصحبتان من نه مسلمان نه کافرند
هان تا ازین گروه نباشی که در جهان — چون گاو مے خورند چو گرگان همے درند
آن سُنّیان که سیرتِ شان بغضِ حیدرست — تنها که دشمنانِ ابوبکر و عمرند

وآنانکه هست شان به ابابکر و عمر دشمنی		چون دوست اند چون همگی خصم حیدر اند
گر عاقلی ز هر دو جماعت سخن مگوی		بگذارشان بهم که نه افلح[1] نه قنبر اند

در وصف قلم بطریق لغز

آن زرد تن لاغر گل خوار سیه کار		زرد است و نزار است چنین باشد گل خوار
همواره سیه سرش ببرند از یراک		همصورت مار است و ببرند سر مار
تا سرش نبری نکند میل برفتن		چون سرش ببری برود زود بگفتار
چون آتش و دود است سیه کار و لیکن		این زآب شود زنده وز آتش بمرد زار
هرچند که زرد است سخنهاش سیاه است		گرچه سخن خلق سپید است بگفتار
گنگ است چو شد مانده و گویا چو روان گشت		زیرا که جدا نیست ز گفتارش رفتار
مرغی است ولیکن عجبی بی پر از یراک		خوردش همه قار آید و در قفسش منقار
مرغی که چو در دست جنبید بپسندد		در جنبش او عقل ترا مردم هوشیار
تیری است که سوفارش در رفتن پیش است		هرچند که هر تیر سپس دارد سوفار
اقرار تو باشد سخنش گرچه روا نیست		در دین که کسی از کس دیگر کند اقرار
دشوار بود بانگ تو از خانه به همسایه		آسان بود آواز وی از بلخ به بلغار
در دست خردمند همه حکمت گوید		جز ژاژ نخاید همه در دست سبکسار
راز دل من باری یکسر همه با اوست		زیرا که امین است و سخندان و بی آزار
ای مرکب علم و سخن حکمت لیکن		انگشت خردمند ترا مرکب رهوار

[1] افلح نام غلام ابوبکر صدیق و قنبر نام غلام علی مرتضی است ۱۲

۹۸۱۱

در پائے تو بسیار بہ از دیبۂ رومی
ہر چند کہ دیبائے ترا نیست خریدار

در انجامِ کارِ دنیا

ناصرِ خسرو براہے میگذشت
مست ولایعقل نہ چوں میخوارگاں

دید قبرستان و مبرز روبرو
بانگ برزد گفت کائے نظارگاں

نعمتِ دنیا و نعمت خوارہ بیں
اینش نعمت اینش نعمت خوارگاں

در موعظت

تمئیز و ہوش و فکرت پنداری
چوں داد ترا خیرہ خیرہ باری

تا کار بندی ایں ہمہ آلت را
در غدر و مکر و حیلہ و طراری

دارا برفت مفلس ازیں عالم
با او نرفت ملک و جہانداری

با روئے چوں نگاری و دانش نہ
گوئی مگر کہ صورتِ دیواری

مردم نزادہ علم بود مردم
نہ زیں تنِ مصور و دیداری

تا خامشی میانِ خردمنداں
مردے تمام صورتی و کاری

لیکن گر سخنت پدید آید
کز جان و دل ضعیفی و بیماری

گوئی کہ از نژادِ بزرگانم
گفتاری آمدی تو نہ کرداری

بے فضل کمتری تو زنجشکے
گرچہ ز پشتِ جعفرِ طیاری

خطاب بہ آسمان

کار و کردار تو اے گنبدِ زنگاری — نہ ہمے بینم جز مکر و ستمگاری

زنِ بدخو را مانی کہ مرا با تو — سازگاری نہ صواب ست نہ بیزاری

نیستی اہلِ ہنر و اورستایش را — نہ نکوہش را زیرا کہ نہ مختاری

زینہار اے پسر این گنبدِ گردان را — جز یکے کارکن و بندہ نہ پنداری

ما خداوندِ ترا خانۂ گفتاریم — گر تو اورا فلکا خانۂ کرداری

مور و ماہی را بر خاک و بدریا در — نیست پنہاں شدن از روے بشب تاری

گر ہمے نعمت دایم طلبی آورا — بندگی کن ـ بہ درستی و بہ بیداری

این یکے جادوئے بیکارِ زبوں گیر ست — چند گردی ز پسِ او بہ سبکساری

سیرتِ زشت نہ اندرخورِ احرار ست — سیرتِ خوب کو گر تو ز احراری

بہ خوے خوب چو دیبا و چو عنبر شو
گرچہ در شہر نہ بزّاز و نہ عطاری

ترجمۂ بعضے از مقالات حکمائے اروپا از انگلیسی در پارسی

۱۔ کسیکہ اصلا بہ گفتار نیاید مانند آنکس کہ ہرگز لب از گفتار نہ بندد۔ خطاب را نشاید۔

۲۔ خودپسنداں را کہ ہیچگاہ جز بہ ستایش خود حرف نمیزنند۔ لب از گفتار نتواں بست۔

۳۔ نکوئی دیگراں را ستودن خود را در نکوئی آنہا شریک نمودن است۔

۴۔ یک سخن طیبت کہ بار بار بر زباں آید اصحاب را ملول سازد۔

۵۔ کسیکہ پیش اصحاب غیر از سرگذشت خود سخن نمیگوید اگرچہ نفس خویش را فربہ میسازد ولیکن اصحاب را جز ملالت نمے افزاید۔

۶۔ کسیکہ عقل ضعیف دارد درست گو نمیتواند شد۔

۷۔ پادشاہاں بزرگاں را بہ صفاتے کہ نباید ستایش کردن ایشاں را بگناہ بر تحریض نمودن است۔

۸۔ جوانے کہ رہنمائے جوانے باشد مانند نابینائے است کہ نابینا را راہ نماید۔ محتمل کہ ہر دو از پا در آیند یا بہ چاہ در افتند۔

۹۔ شرط دوستی دوست را بر عیب او مطلع گردانیدن است نہ از عیب خود آگاہ نمودن۔

۱۰۔ کسانیکہ فریب ما خوردہ اند در چشم ما حقیر نمایند۔ چنانکہ ما فریب دیگراں خوردہ در چشم خود حقیر مے نمائیم۔

۱۱۔ کسے را کہ حال او موافق خواہش او باشد ہر آئینہ خورسند و خوشدل میتواں گفت اما خوشمند نمیتواں گفت مگر آنکہ خواہشہائے خود را موافق حالت خود کردہ باشد۔

۱۲۔ کسیکہ از دولت قناعت وسیلت ہیچ ندارد۔ از ستر رفیق و مساز محروم است۔

۱۳۔ کسیکہ بر خطاہائے دیگراں نمے بخشاید رخنہ در آں پل مے اندازد کہ خود او را از آں عبور میباید کرد

چہ ہیچکس از خطا معصوم نیست۔

۱۴۔ ہر کس فرزنداں را در تنگی و عُسرت برائے آں میگذارد کہ بیوی او پس از مُردن او خوشحال و فارغ البال باشد۔ گوئی شاخے سرسبز را قطع مے کند تا شاخِ خشک را سرسبز کردہ باشد۔

۱۵۔ زنہار دوستِ چہارم آنکس نہ شوی کہ پیش از تو سہ کس را دوست گرفتہ ہر سہ را از دست دادہ باشد۔

۱۶۔ عہدِ پیری بشایستہ ترین وجہے بسر بُردن جز خاصاں را میسّر نیست۔

۱۷۔ بر اکثرے از خطاہائے دوستاں کہ خُردہ نمے گیریم از برائے آنست کہ آں خطاہا در کارِ ما ہیچ خلل نمے اندازد۔

۱۸۔ حقیقتِ حالِ یک کس بتفصیل دانستن مشکل تر از آں است کہ احوالِ کافۂ ناس باجمال دانستہ باشند۔

۱۹۔ عیبے کہ نتوانی از خود دور کنی در چشم تو جز ہنر ننماید۔

۲۰۔ ہر داعیہ کہ نفس در خاطرِ مردم برمے انگیزد آخر در وقتے از اوقات فرو مے نشیند۔ اما داعیۂ عُجب خود پسندی دائما ہمچناں متحرک میباشد۔

۲۱۔ کسانیکہ استخفافِ مال و دولت میکنند بسیارند اما کسیکہ ترکِ مال و دولت بگوید حکم عنقا دارد۔

۲۲۔ در زندگانیِ دنیا بعضے از حوادث چناں واقع میشود کہ تا خود را بہ تکلف احمق ننمائیم نتوانیم از سوءِ عواقبِ آنہا محفوظ باشیم۔

۲۳۔ ستایشِ خلق را سزاوار بودن آسان تر ست کہ از مذمتِ ایشاں محفوظ ماندن۔ چہ آں بہ یک فعلِ پسندیدہ حاصل میتواں کرد و ایں جز بہ اجتناب از تمامیِ افعالِ قبیحہ و سائر

اقوالِ نامرضیہ صورت نمیتواند بست ؛

۲۴۔ با ہر کہ دوستی ورزیدی ہموارہ بر دوستی او ثابت قدم باش ؛

۲۵۔ ہیچ فریب بدتر از آن نیست کہ کسے را امیدوار کردہ باز نا امید گردانی ؛

۲۶۔ ہیچ چیز در چشم مردم خوشتر از آن نمے نماید کہ کسے ممنون ایشان باشد۔ و ہیچ آواز در گوش ایشان شیرین‌تر از آن نمے آید کہ نغمۂ شکرِ احسانِ ایشان سرایند ؛

۲۷۔ معنیِ خوشامد آنست کہ کسے را بچیزے کہ ندارد موصوف گردانند۔ پس دانا باید بسخن خوشامدگویان از جا نرود۔ بل بصفاتیکہ بدروغ بر وے بستہ اند خود را بحقیقت متصف گرداند ؛

۲۸۔ علمے کہ تحصیلِ آن واجب است تقلیدِ نیک کرداران است و بس ؛

۲۹۔ بر دیگران خردہ گرفتن آسان است اما بر خردہ گیریِ دیگران صبر نمودن دشوار ؛

۳۰۔ رازیکہ با دیگران در میان مے نہی دیگران را تکلیف اخفاے آن مدہ ؛

۳۱۔ کسیکہ نسبتِ کبر بہ دیگرے میکند بیقین دان کہ خود متکبر است ؛

۳۲۔ چندانکہ مے بینیم ہیچکس از کبر خالی نمی‌یابیم۔ گوئی این خصلت چون اعضاے بدن در ہر کس از بہر آن آفریدہ اند تا بدان وسیلت از ننگِ عیبہا کہ دارند متاذی نشوند ؛

ترجمہ تہذیب بعضے از مضامین نفیسہ محاسن الاخلاق مرتبۂ جناب خانبہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ مرحوم از اردو بہ پارسی حالیۂ ایران

کبر و خودپسندی

طبع انسانی چنانکہ مائل بہ کبر و خودپسندی است بہ ہیچ یک از خصائل نیست۔ این صفت در ہر کس

برنگِ دیگر جلوه میکند و هر حالتِ شکلے جداگانه ظهور مینماید۔ تا بجائیکه گفته اند مغرورترین مردم آنست که ازین صفت براءت خود میکند۔ و از عجائب خواص انسانی آنست که با آنکه هیچکس از شائبهٔ این رذیلت خالی نیست هرگاه اثرے ازان در دیگران مشاهده مینمود بر ایشان نفرین مے کنند و زبانِ طعن را دراز میسازند و تعجب بر تعجب ظاهر مینمایند۔

بعضے از حکما گفته اند که "متکبران و خودپسندان را هیچکس دوست نمی باشد، زیراکه دوستی را مساواتِ طرفین شرط است و ایشان به مساوات کس راضی نمے شوند۔ همچنین هیچکس ایشان را ناصح نمیتواند شد۔ چه ناصح باید در مرتبه از مخاطب افضل و برتر باشد و ایشان را فضیلت و برتری کس بر خود منظور نیست"۔ چنانکه قیمت اسپ در اصطبل نسبتهٔ نخاس بیش مینماید همچنان مردِ متکبر خود را در نظرِ خویش نسبت آنکه در چشم دیگران هست بالاتر و گرانقدرتر مے سنجد۔ جز خوشامدگویان و چاپلوسان کسے را دوست نمیدارد و با بزرگان عداوت و از خُردان نفرت داشتن و همسران را حقیر شمردن خاصهٔ اوست۔

حکیمے گفته است که "عاقلان لباس را باندازهٔ بدن سازند و متکبران بدن را در خورِ لباس" یعنی آنها چنانکه هستند همچنان خود را ظاهر مے کنند۔ و اینها از آنچه هستند بزرگتر وا بنمایند۔ مرد باید گاه گاه در اوقات فرصت بحالِ خود پرداخته سے اندیشیده باشد که وجودِ این پیکرِ خاکی که مسمّیٰ به انسان است با این فضائے بے پایان که مشتمل بر عوالم بے شمار و سرتاسر سوئے زمین در عرصهٔ آن هیچ در حساب است چه نسبت دارد؟ همانا چون گردِ مهوے که همراهی چرخهائے ارابه بے اختیار در گردش باشد۔ روز و شب و شام و پگاه بے قصد و ارادهٔ خود با هوائے جو به رقص کنان چرخ زنان میسرد و مانند صدائے که از تارِ طنبور خیزد درین پیکرِ بیکران پیوسته مدشناست۔ پس چیزے را که حقیقتِ او اینچنین باشد کے میرسد که تاجِ غرور

بر سر نهاده بر ابنائے جنس خود که زود با ایشان در خاک گور برابر خواهد شد برتری و تفوق جوید آیا نمیدانند که او نیز چوں سائر بنی نوع خود بانواع عیب و خطا گرفتار و بغایت مسکنت موصوف است و عارضه از عوارض بشری چوں ملال و کلال و خوف و رجا و شادی و غم آنچناں نیست که بدو عارض نشود وقتیکه بیمار میشود چوں دیگراں بیچاره و علاجش احتیاج مے افتد و هرگاه که خواهد مرد چوں بیچارگاں و مسکیناں زیر خاک پنهاں کرده خواهد شد. چوں صورت بریں منوال است چیزے لائق تر به شان او غیر از تواضع و فروتنی و عجز و انکسار نباشد پس آدم خاکی نهاد باید از کمینگاه نفس بر حذر باشد که بیچاره را بصد گونه ریو و رنگ فریفته از انچه هست برتر و بزرگتر در نظرش جلوه گر میسازد. چنانکه واعظے رهت گفتار را حکایت کنند که چوں از وعظ و تذکیر فارغ شد از بالائے منبر فرو آمد و سامعین بر فصاحت گفتارش صدائے تحسین و آفریں از چار سو بلند کردند گفت اے عزیزاں دیگر بمدح و ستایش شما حاجت نمانده است. چه پیش از آنکه از منبر فرود آیم شیطان ازیں ترانۂ دلکش هر دو گوش مرا پر ساخته از مدح و ستایش دیگراں بے نیاز گردانیده است ۔

شجاعت

کسانے که بحکم حرص و حُبِّ جاه خود را در مهالک و مخاطر افگنند به شجاعت و جوانمردی موصوف نتواں کرد. مانندِ آنکه در کوهستان سفر دور و دراز از بهر آں اختیار کنند که بر معدنیات دست یابند. یا اهلِ غیر متمدن را که تابِ مقاومت با اسلحۂ جانسوز ایشاں ندارند حلقۂ اطاعت در گوش و طوقِ غلامی در گردن اندازند. هر آئینه ایشاں را بجائے آنکه شجاع و بهادر نام نهند رهزن و قزاق خواندن اولیٰ تر است. چه شجاع بحقیقت آنکس تواند بود که محض نفعِ خلائق انواعِ محن و مشاق بر نفس خود گوارا کند و جان عزیز را در مواقع خوف و خطر اندازد. همیں نوع

جوانمرداں بودہ اند کہ مجسمہ ہائے ایشاں در صنم خانہ ہا نہادہ اند و عیاد تخانہ ہا بنامِ ایشاں طرح افگندہ اند و تماثیلِ آنہا را قابلِ پرستش اعتقاد نمودہ ۰

مناصب جلیلہ

آنانکہ بمناصبِ جلیلۂ سلطانی فائز میشوند بحقیقت سہ چیز را بر خود خداوند میسازند یکے سلطان را کہ آزادی نفسِ خویش بدستِ او فروختہ اند و عنانِ اختیارِ خود در قبضۂ اقتدارِ او سپردہ۔ دوم شہرت و ناموری خویش را کہ ہرچہ منافیِ آں باشد زنہار گرد آں نگردند۔ و جز بکارے اقدام نکنند کہ مقتضائے شہرت و نام و ننگ تواند بود۔ سیوم فرائضِ منصبِ خویش را کہ یک لحظہ از فکرِ آنہا نتوانند آزاد شوند۔ ہمانا طالبِ منصب آزادیِ خود فروختہ بعوضِ آں حکومت بر دیگراں میخرد۔ و اختیاراتِ خویش از دست دادہ بر دیگراں اختیار حاصل میکند۔ تا بہ منصبِ مطلوب نمیرسد۔ انواعِ رنج و تعب نصیبِ او میباشد و چوں بداں فائز مے گردد۔ آں ہمہ رنج و تعب یک بدہ میشود۔ و اگر کارِ بمعزولی کشد پس حیاتش تلخ تر از ممات گشت ۰

مدح و ستایش

مدح و ستایشِ عامۂ ناس کہ از صورت بہ معنی راہ نبردہ اند۔ میباید از صدق و راستی بمراحل دور تر باشد۔ چہ بکنۂ حقیقتِ کمالات پے بُردن و مدارجِ کمالات را ازہم تمیز دادن از حدِ فہمِ ایشاں بالاتر است۔ پس غالبِ مدحِ ایشاں بر کمالاتِ درجۂ ادنے از بذل و جود و بر و احسان و مہمان نوازی و لطف مدارات و امثالہا مقصور میباشد۔ و ممکن کہ گاہ

گاه بکمالاتِ درجۂ اوسط از شجاعت و استقلال و وفاداری و عصبیت مطلع شده دادِ مدح و ثنا داده باشند. فامّا کمالاتِ درجۂ اعلیٰ از خلوص و بے غرضی و رقّتِ نوعیت و در مصالحِ عامّہ کوشیدن. و باصلاحِ مفاسدِ عامّہ پرداختن. و در فصلِ خصوماتِ حیف و میل بکار نبردن. و از حمایتِ مدعیانِ باطل اگرچہ دوست باشند ابا نمودن. و در پاسداری حق از مذمتِ عوام نیندیشیدن و امثالِ ذٰلک. پس اندازهٔ آنہا از سرحدِ فہم و ادراکِ اینان بیروں است. لاجرم اگر بالفرض کسے در خواہش ہائے ناروا از نصرتِ دوستان پہلو تہی کند آن را بے وفا و بے مروّت نام نہند. و ہر کہ در محکمۂ قضا بخلافِ آشنائے شہادت بحق داده باشد او را از اراذلِ ناس شمارند. ہمچنیں سائر راستبازانِ آزاده منش را بدنام یاد کنند و ایشان را از تہِ دل بے دین و سنگدل و مکّار و خائن انگارند۔

ہمدرین معنی نیز چنیں گفتہ اند کہ حسن و قبحِ افعالِ مردم موقوف بر نیّتِ ایشان است ہماں یک کار است کہ اگر از نیّتِ نیک صادر شده است آن را کارِ نیک میتوان گفت و اگر بہ نیّتِ بد صدور یافتہ آن را کارِ بد میتوان شمرد. مانند آنکہ یکے از ارتکابِ ظلمے کہ جز بہ جرأت و ہمّت و زحمت و مشقت اقدام بر آں نتواں کرد. تحاشی میکند و پہلو تہی میزند. پس چنانکہ میتوان گفت۔ از جبن و نامردی پیرامونِ آں نمیگردد. ہمچنیں میتوان گفت کہ بمقتضائے عدالتِ جبلّی مرتکبِ جرم نمیشود. پس کسانیکہ فضائل و کمالاتِ درجۂ اعلیٰ را نمی توانند اندازه بدانند امثالِ ایں امور را ہموارہ بر محملِ بد فرود آرند. و نیکوکاران را مستحقِ ذمّ و نفرین شمارند بلے فضائل و کمالاتِ انسانی بمثابۂ دریا است کہ بر روئے آں غیر از اشیائے کم وزن و خفیف چوں خس و خاشاک و برگِ کاه ہیچ نمودار نیست. و ہر چہ از اشیائے ثقیل و گرانمند یا خود وارد جز در قعرِ آں نتواں یافت۔

مشق و مهارت

در طبیعت هر کس از افراد انسانی استعدادے خاص ودیعت نهاده اند که به مشق و مهارت ترقی مے پذیرد۔ و انسان را در آنچه مشق و مهارت ورزیده است بمرتبۂ کمال میرساند که کارهائے دشوار را بسهولت بر وجهے سرانجام تواند کرد۔ رسن بازان و رقاصان و مغنیان که در فنون خود کارهائے عجیب و عملهائے غریب بر روئے کار آورده تماشائیان را در تعجب مے اندازند نتیجه همیں مشق و مهارت است۔ که ایشان بحکم استعدادات خاصه خود بکار برده اند۔ ورنه هیچ خاصیتے در ذات ایشان آنچنان نیست که تماشائیان و حیرت زدگان کم و بیش در فطرت خودها نداشته باشند۔

پیدا است که در هر قوم و ملت بعضے از مردم در بذله سنجی و خوش نفسی و بعضے در قصه گوئی و داستان طرازی۔ و همچنیں بعضے در شاعری و بعضے در مصوری و بعضے در فنون دیگر شهرۂ روزگار و مشار الیه بالبنان در دیار و امصار مے باشند۔ و عامۂ ناس را گمان آنکه ایشان از جودت ذهن و روشنئ طبع در ایں کمالات ید طولیٰ بهم میرسانند۔ اما کسانیکه به قوانین طبیعی پے برده و مجاری احوال را نیکو سنجیده اند۔ میدانند که منشائے کمالات ایں نام آوران جز مشق و مهارت چیزے دیگر نبوده است۔ آرے ایں قدر هست که استعداد ایں کمالات که در طبائع ایشان ودیعت کرده بودند۔ ایشان به مشق و مهارت آں کمالات را از قوة بفعل آوردند۔ اگر اصل استعداد در جزو فطرت آنها راسخ نبوده و ایشان بر وفق استعدادات خود توفیق مشق و مهارت در کمالات مزبوره مے یافتند۔ زینهار به محض جودت ذهن و فطانت کارے از پیش نمے بردند۔

در فطرت اکثرے از تجارت پیشگان استعداد شاعری بمرتبہ کمال ملاحظہ میشمائیم و در بسیارے از شعرا قابلیت فنِ تجارت بدرجۂ غایت مشاہدہ مے کنیم۔ اما نہ آنہا بسبب شغلِ تجارت رشاعری کرشمہ بر روئے کار آوردہ اند و نہ اینہا بسبب انہماک در شعر و سخن از ملکہ تجارت حظے بودہ اند پس امتیاز صریحی کہ درمیانہ حکما و ارباب زراعت یا شعرا و اہلِ تجارت یافتہ میشود منشائے حقیقی آں ہمیں مشق و مہارت است و بس کہ افراد یک نوع را از ہم تمیز دادہ بہ خواص مختلفہ و اوصاف متباینہ مخصوص گردانیدہ است۔ ازینجاست کہ ہر عادتے کہ بہ مشق و مہارت رسوخ بیابد۔ ترکِ آں چوں تبدیل فطرت مستحیل میگردد۔ پس مرو باید کہ از تکرار فعل بد بکلی پرہیز کند۔ مبادا آں فعل رفتہ رفتہ منجر بہ عادت گردد و ازالۂ آں از حیطۂ قدرتِ بشری خارج باشد۔

مصیبت و ناکامی

در کارخانۂ عالم از اقبال و ادبار و ذلت و عزت و ناکامی و کامیابی طرفہ تماشا بنظر مے آید۔ یکے را نکبت و ادبار از چار سو آنچناں فرا گرفتہ است کہ ہر چہ میکوشد راہ بجائے نے بَرَد و بہر طرف کہ مے شتابد ناکام برمے گردد۔ روز و شب مصائب و آفات چوں ابرِ بلا برا مے بارد۔ و شب دیجور او بارش ہیچ نوع پایاں نے پذیرد۔ بخلاف آں دیگرے را بخت و اتفاق چناں مساعد افتادہ است کہ اگر خاک سیاہ را مس میکند طلائے خالص میشود و اگر در شورہ زار تخم مے افشاند۔ زود برگ و بار مے آرد۔ دولتِ بیدار با او عہد یکجہتی بستہ است و طالع فرخندہ نردِ وفا باختہ۔

اما از آنجا کہ ظہور اینہمہ آثار مختلفہ و احوال متناقضہ راجع بمشیت آں حکیم علام است کہ فعلے از افعال

یا حکمے از احکام او خالی از حکمت نیست۔ پس مرد باید کہ در ہجوم مصائب آلام دامن استقلال
از دست نہ دادہ بیقین دانستہ باشد کہ در پردۂ اینہمہ مکروہات نا ملائم البتہ حکمتے نمایاں
و مصلحتے عظیم مخفی خواہد بود۔ ازینجاست کہ گفتہ اند ”ہر کہ بمصیبتے از مصائب گرفتار نشدہ ہمانا
یک روئے دنیا دیدہ از تماشائے روے دیگر محروم است“۔ ہر آئینہ مسرتِ حقیقی حاصل نمیشود
مگر آنکہ لذتِ غم چشیدہ باشد۔ حکیم سنیکا مر شاگردانِ خود را ہموارہ پندہے داد کہ ”لذتِ
مصیبت بچشید۔ تا لذتِ عافیت دریابید“۔ چنانچہ گفتہ اند ”قدرِ عافیت کسے داند کہ
بمصیبتے گرفتار آید“۔ ہیچ راحت در حقِ انسان خوشتر ازاں نیست کہ بعد جراحت میسر آید
و محنتے کہ بہ راحت انجامد بحقیقت عین راحت است۔ کسیکہ در مقابلۂ بلا ثبات نہ ورزیدہ
و بہ صبر و استقلال بر مشکلات غالب نیامدہ و در بوتۂ ابتلا گداختہ نشدہ۔ بر مثالِ طلائے
ہست کہ بر محکِ امتحانش نہ سودہ باشند۔ و ازیں سبب قیمتِ آں مشخص نشدہ باشد۔
مصیبت بحقیقت مدرسہ ایست کہ جملہ قوائے روحانیہ دروے تربیت مییابد و انسان
بوسیلۂ آں زشتیِ گناہ و بے ثباتیِ دنیا را برأی العین مشاہدہ میکند۔ اگرچہ بعضے از نکوئیہائے
نمایاں چوں بذل و جود و عدل و احسان در ایامِ عیش و کامرانی ہم میتواں کرد۔ اما نکوئیہائے
پایندہ و استوار از توکل و قناعت و صبر و استقلال و ہوشمندی و دوربینی جز در حالتِ یاس و
حرماں صورت نمیتواند بست کہ مرد را از خوابِ غفلت بیدار میکند و خیالاتِ دلفریب از
خاطرِ او بکلی محو ساختہ روے توجہ بہ قبلۂ مقصودِ عالم و عالمیان منعطف میگرداند و دنیائے
دنی را در نظرش چوں بازیچۂ اطفال خوار و بے قدر میسازد۔ آرے چنانکہ رائحۂ مشک و عود
بہ سوختن و سائیدن نمایاں مے شود ہمچناں نکوئی مردم در ہجوم مصائب آشکارا
مے گردد۔

تعلیم

استاد باید هرگاه به تعلیم مبتدیان پردازد، از پایهٔ خویش که در علم و فضل داشته باشد تنزل نماید۔ چنانکه پهلوانے نه بسند چون قواعد کشتی به شاگردان خردسال بیاموزد سرپنجگی و زورآوری را یکسو نهاده از پایهٔ خود آنچنان فرود آید که شاگردان بدانند یکے از همسران ایشان به ایشان بازی میکند۔ بسا معلمان که هنگام درس لیاقت اهل را مطمح نظر نمیدارند و از منزلت علم خود تنزل نانموده سخنان بالاتر از فهم متعلمان افاده مینمایند۔ در غالب احوال سعی ایشان رایگان میرود و نفعے از درس ایشان به متعلمان نمیرسد۔ چنانکه غذاے ناملائم طبع پیش از آنکه جزو بدن تواند شد غثیان آورده از معده برمے آید۔ همچنان درس استاد که به فهم شاگردان مناسبت ندارد به ذهن و حافظهٔ ایشان درنمے سازد۔

علم اخلاق

علم اخلاق از سائر علوم بدین شرف امتیاز دارد که قابلیت آن در سرشت اطفال پیش از قابلیت درس کتاب حاصل مے شود و تعلیم آن در هر زمان و هر مکان میتوان کرد۔ خانه و باغ و مکتب و مجلس و خلوت و جلوت و کنار مادر و آغوش پدر براے آن یکسان است۔ این علم هر کس را از کودک و جوان و پیر هدایت میکند که حقوق الٰهی بر ذمت همت و کدام ست حقوق بنی نوع و حقوق نفس خویش کدام؟ مال و دولت را چه طور بذل توان کرد؟ و چه قدر آنرا در رفاه خلق و چه قدر در خدمت ذوی القربیٰ صرف توان نمود؟ حقیقت انسان چه چیزست؟ و او از براے کدام مقصد آفریده اند؟ غایت علم چیست؟ و کدام چیزهاست که دانستن آنها برو

واجب است؟ مراد از شجاعت چیست؟ و اعتدال و عدالت چه معنی دارد؟ علویت از حرص و آز۔ و غلامی را از اطاعت و آزادی را از اطلاقِ عنان چگونه فرق توان کرد؟ قناعتے که محمود است علاماتِ آں چیست؟ از آلامِ جسمانی و هموم روحانی تا کجا باید گریخت و از ذلت و مرگ تا به چه حد تحاشی باید نمود؟ از سختی بلاها چگونه نترسیدن است و به چه نوع تحمل آنها میتواں کرد؟ چگونه خود را باید شناخت؟ و چه طور خوش میتواں زیست و خوش میتواں شد؟

علامت تهذیب اخلاق در آدمی آنست که شگفته رو و پسندیده خو باشد و از کدورت خاطر بکلی پاک بود۔ چنانکه در حوالیِ ماهِ تاباں بر روے فلک اثرے از گرد و غبار نباشد هم وقت آثارِ بشاشت از چهرهٔ او هویدا باشد۔ نفس اماره را در عین سرکشی و طغیان نگذارد از جا رود و زمانهٔ خوف و رجا و ایام قحط و وبا به کمالِ استقلال و شادمانی بسر آرد۔

تهذیبِ اخلاق برخلاف رائے کسانے که آنرا به خار زار و دشوار گذار تمثیل میدهند بر مثالِ راهے است که طرفین آں راه از گلهاے رنگارنگ و اثمارِ گوناگون و اشجار سرسبز و شاداب و نهرهائے رواں نمونهٔ بهشت برین است و هر که ازیں راه میگذرد بادلے شادماں و خاطرے مطمئن بمنزلِ مقصود میرسد۔ راهے است به نکوئی رهنمون که هر یک از کودک و جوان و پیر و فاسق و معصومش آسان تواند پیمود۔ رنج و محنت ازیں راه بمراحل دور است و راحت و آرامش در هر قدم مهیا۔

علم اخلاق بمثابهٔ مادرِ مهربان است که اولادِ خود را از چرک و آلودگیها پاک میدارد و پرورش آنها نموده تنومند و قوی بازو مے سازد۔ بر ایشاں سخت نمیگیرد و همواره در صدد آں میباشد که در نموِ شان حسن و جمال و صحت و سویتِ ایشاں بیفزاید و بهر صورتے که میتواند دلنشیں آنها میکند که چگونه ازیں همه محاسن و خوبیها را آنچناں منضبط و منتظم توانند ساخت

کہ زندگی بر ایشاں وبال نہ گردد۔

پیداست کہ بعضے از اطفال بالطبع از تعلیم اخلاقی متنفر و گریزاں میباشند بحدیکہ یک سخن ہزل را بر صد پند سودمند اختیار میکنند۔ و اگر آواز دف و چنگ بگوشِ ایشاں بخورد درس و کتاب را بر طاقِ نسیاں گذاشتہ و مکتب را خیرباد گفتہ دیوانہ وار بسوے آں مے شتابند۔ پس لائق تر بحالِ ایشاں آنست کہ بجاے علم و حکمت صناعتے از صناعات بہ ایشاں بیاموزند۔ زیرا چہ تعلیم اطفال چنانکہ افلاطون گفتہ است باید موافق استعدادِ ایشاں باشد نہ بحسب استعدادِ پدراں و نیاگانِ ایشاں۔

خودکشی

مرگ را چنانکہ ظاہر ست اسباب بشمار ست۔ از انجملہ یکے خود را بہ دستِ خود کشتن است آدمی را در کشاکش زندگانی اکثرے از نوازل و حوادث چناں پیش مے آید کہ از تحملِ آں عاجز آمدہ مرگ را بر زیست اختیار مے کند۔

حکما را در آنکہ خودکشی در حالتے از حالات جائز میشود یا نہ۔ اختلاف ست۔ یکے را از حکما پرسیدند کہ آزادانہ زیستن چگونہ میسر آید؟ گفت از آنکہ مرگ را آسان شمرند۔ چہ کسیکہ از مرگ نمے ترسد از ہیچ رنج و مصیبت باک ندارد۔ گویند پسرے اسیر آمدہ بدستِ ظالمے فروختہ شد۔ آں جفاکار بذلیل ترین خدمتش مامور کرد۔ پسر گفت آیا گمان مے بری کہ ہر کہ ازیں ذلت آسان میتواند رست بہ اطاعتِ تو مجبور شود؟ ایں بگفت و خود را از کریوۂ بلندے بہ پائیں انداختہ از قیدِ حیات و قیدِ غلامی پاک برست۔ ازینجاست کہ گفتہ اند "مرد آنست کہ زندہ ماند چندانکہ خواہد نہ چندانکہ تواند" و گفتہ اند "منت خداے را کہ کلیدِ مرگ بما

تفویض فرموده است تا بداں وسیلت ہرگاه که خواہیم خود را از رنج و بلا وا رہانیم۔ و منت ہر واہب منت را که برائے زندگی جز یک در نه کشاده است و برائے مرگ ابواب بے شمار مفتوح ساخته۔ و نیز گفته اند "عرصهٔ زمین بر زندگان تنگ میتواند شد۔ امّا بر مردگان در ہر زمان و ہر مکان فراخ است"۔

بعضے از حکما گفته اند "کسانے که از دنیا و مصائب آں شکایت میکنند خطا میکنند کیست که ایشان را بر تحمّلِ ایں مصائب مجبور ساخته است مگر آنکه جبن و نامردیِ آنہا نمیگذارد از قیدِ حیات رسته مکروہاتِ زندگی را خیرباد بگویند۔ مرگ ہمه جا حاضر است و ہمه وقت اسبابِ آں مہیا است۔ ہر کس میتواند ما را از قیدِ حیات آزاد کند۔ بخلافِ مرگ که ہیچکس از پنجهٔ آں نجات نمیتواند داد۔ اگر مرگ مقدرِ بشر نبودے زندگی از قیدِ غلامی بدتر بودے۔ مرگ نه ہمیں مرضے خاص را علاج است بلکه ہمه دردہا را داروست۔ در فنِ طب مقرر شده است که مرضے چند انکه صعب باشد علاج آں نیز باید سخت تر بود۔ پس ہر مصیبتے که سختی آں از حد در گذرد۔ علاجِ آں بہتر از اقدامِ قتلِ نفسِ خویش نمیتواند شد"۔

این است خلاصهٔ بعضے از دلائلِ آنانکه خودکشی را جائز بلکه مستحسن شمرده اند۔ اما کسانیکه بخلافِ آں رفته اند میگویند "احکم الحاکمین که ما را در حصارِ زندگانی محصور ساخته است تا فرمان واجب الاذعانِ او در نرسد۔ نباید پا ازیں حصار بیروں کشیم۔ زیراکه ما را نه ہمیں برائے نفسِ ما آفریده اند بلکه برائے عبادتِ الٰہی و خدمتِ ملک خدمتِ قوم نیز مخلوق شده ایم پیش از آنکه اجلِ مسمّٰے در رسد خود را بدستِ خود کشتن از ادائے فرائضِ خود گریختن و مستحقِ سزائے طاغیان و باغیان گشتن است۔ نکوئی را شجیع شجاعانِ عالم میتواں گفت که بہانهائے انگیزد و تقریبها میجوید تا به انواعِ حوادث و نوازل دوچار شود و از مقابلهٔ آنہا روبرتابد و تا بتوانند بر آنہا غالب

آید. پس از مکروہاتِ روزگار گریختن و مرگ را بر تحملِ آنہا ترجیح دادن از زبونی بمراحل دور افتادن است و فاضلترین اخلاق را کہ صبر و ثبات و ہمت و استقلال باشد معدوم ساختن۔

افلاطون در قوانینِ موضوعۂ خود مے نگارد کہ "کمینہ ترین مرگہا مرگِ آنکس ست کہ احبّ احباب و اصدقِ اصدقاء را کہ خود نفسِ او ست بدستِ خود ہلاک کردہ باشد و از برکاتِ بقیۂ زندگانی کہ برائے او مقدّر بود محروم ساختہ۔ و باعث برآں غیر از قصورِ ہمت و جبن و نامردی و ضعفِ عقل چیزے دیگر نباشد۔ آنانکہ زندگی را ہیچ مے پندارند بر عقلِ ایشان خندہ مے آید۔ آیا نمیدانند کہ بضاعت ایشاں کہ بر او ناز میتواں کرد۔ درین دارِ فانی ہمیں زندگانی ایشان ہست و بس۔ و بعد از اتلافِ آں ہیچ چیز بدست ایشاں باقی نمیماند۔ اگر کسے بر زندگانی دیگراں بخندد و آں را حقیر و ناچیز شمارد عجب نیست۔ اما زندگانیِ خویش را حقیر شمردن و بر اتلافِ آں آمادہ شدن غایت ابلہی و نادانی ہست کہ در ہیچ حیوانے از وحش و طیر و بہائم و سباع نظیرِ آں نتواں یافت"۔

زندگانِ مُردہ

یکے از حکما گفتہ ہست کہ "آدمی را زندہ نمیتواں گفت مگر آنکہ بخدمتِ بنی نوعِ خود اقدام کند و کارہائے نمایاں و سودمند بروئے کار آوردہ نیک نامی جاوید حاصل کردہ باشد۔ ازینجاست کہ ہر کس از شاگردانِ فیثاغورس از تحصیلِ علم اعراض نمودے و از راہِ سستی و بطالت عہدِ صحبت ہمچشماں گسستہ مدرسہ را پدرود گفتے۔ سائر مستفیدان و متعلّمانِ فیثاغورس قبرے بنامِ او میساختند و بر لوحِ قبرِ او مینوشتند کہ "فلانے بمرد" تا دیگراں عبرت گیرند و چنیں حیات بدتر از ممات اختیار نکنند۔

پس ہمہ آنکساں بحقیقت از مُردگانند کہ روز و شب در بندِ اکل و شرب و صبح و مسا مشغولِ زیب و

زینت میباشند، نمیدانند کہ غایتِ زندگانیِ ایشاں چہ بودہ است؟ چہ معنی زندگی بحقیقت آنست کہ انسان در تہذیبِ نفسِ خویش و نفعِ دیگران و تزکیۂ نفوسِ بنی نوع ہر قدر بتواند کوشش کند۔ بریں تقدیر پیداست کہ غالب روے زمین بصورت آباد و بمعنی گورستان است۔ غالب مردم بظاہر احیا و بحقیقت اموات اند۔ اگرچہ اکثرے ازایشاں باہمدگر بصلح وامنیت بسر مے برند۔ واز اطاعتِ بادشاہ سر نمے پیچند و ابنائے جنس را نمے آزارند۔ واگرچہ عمرہاے ایشاں از ہفتاد و ہشتاد گذشتہ بہ نود یا بصد سال میرسد۔ اما بحقیقت زمانِ حیاتِ ایشاں ہماں چند ساعت یا چند روز است کہ در سود و بہبودِ خلائق گذرانیدہ اند۔

دوستی

کسیکہ بدوستی دوستاں ضرورت ندارد۔ ہمانا انسان نیست بلکہ حیوان است یا فرشتہ چنانکہ سخت ترین آلامِ جسمانی آنست کہ جاندار را دم خفہ کنند۔ ہمچنیں سخت ترین آلامِ روحانی آنست کہ آدمی را کسے دوست نباشد۔ ہر کس پیشِ دوستاں احوالِ خود از شادی و غم بیان مے کند گویا شادیِ خود را دو چند میسازد۔ واز غمِ خود نیمے زائل میکند۔ آرے آنکہ از دوستی دوستان محروم است۔ بحقیقت یکہ و تنہا است اگرچہ خلقے بیشمار بگرد او جمع آمدہ باشد چنانکہ گفتہ اند "اگر تمامی عالم از دست رود و بعوضِ آں یک دوستِ صادق بسر آید ارزان است ولاکن بر کثرتِ دوستان مغرور نباید بود کہ عامۂ دوستان بر مثالِ برگِ درختاں اند"۔

خشم بدتر از دیوانگی است

کسانیکہ خشم را بہ دیوانگی تعبیر میکنند ہمانا از حقیقتِ ہر دو بے خبر بودہ اند۔ چہ دیوانگی عبارت

از ناخوشی دماغ است کہ عقل را از دماغ زائل کند و کار بدانجا رسد کہ جملہ تکلیفات ازو ساقط گردد و ہیچ جرمے کہ مرتکب آں شود سزاوارِ تعزیر نباشد و ہر خطاے کہ ازو صدور یابد او را معذور شمرند و معاف دارند۔ بخلافِ خشم کہ از فرطِ حماقت و استکبار بر عقل و دانش مردم غالب آید و بکارہا برانگیزد کہ اگر صادر شود۔ باشد کہ صاحبِ خشم را مضروب و مقتول گردانند و باشد کہ بہ سزا و تعزیر رسانند۔

محبتِ مادری

محبتِ مادراں با اولادِ خود قوی تر و پائدار تر از سائر محبت ہاست کہ بہیچ حال کم نگردد و در نہادِ ہا دگرگوں نشود و ہرگز بملالت نہ انجامد۔ پدر میتواند از پسرے بگرداند و برادر با برادر دشمن شود۔ و زن و شوہر از یک دگر بگسلند۔ اما مادران با اولاد نیک و بد ہموارہ یکساں سلوک کنند۔ و از مہر و محبتِ ایشاں ہرگز سیر نشوند۔ رشتیکہ مرا اولاد را دیرینہ تر از مادر نیست کہ از روزِ استقرارِ نطفہ در رحم محافظِ ایشاں میباشد۔ ہیچگاہ نمیخواہد ایشاں را از سینہ خود جدا کند یا یک لحظہ فراموش سازد یا بنافرمانی و تقصیراتِ ایشاں از تہِ دل دعاے بد بر زبان آرد۔ محبتش با اولاد از شائبۂ غرض بکلی پاک است۔ لاجرم در وقتے از اوقات و حالتے از حالات تغیرے دراں راہ نمییابد۔ اگر ہمہ خلق اولاد را گذارد و از تعلقاتِ ایشاں دست بر نمیدارد بلکہ دنیا و مافیہا را منحصر در اولادے داند۔

استہزاء

بہ مردم خندیدن و بہ استہزاء و مسخرگی عادت گرفتن از دنائتِ نفس میخیزد۔ و جواناں را از

ترقی بمعارج کمال باز مے دارد۔ ہیچکس چنانکہ معلوم ہست از عیب خالی نمیباشد تا بحدیکہ نیکوکاران ستودہ خصال نیز نمیتوانند دامن حال از آلایش عیب بکلی پاک دارند۔ چوں صورت حال بریں منوال است غایت ابلہی و محض ناانصافی ہست بہ زلات و خطایاے مردم آویختن و از محاسن و محامد ایشاں چشم دوختن۔ بر نقائص خردہ گرفتن و از کمالات قطع نظر نمودن و ابنائے جنس را اُضحوکہ اشرار و اوباش ساختن۔

چندانکہ غور کردہ میشود استہزا نوعے از موازنۂ سُست میانِ نفسِ خویش و نفس آنکس کہ بروے استہزا میکنی تا خویش را از وے بہتر و برتر وانمائی و خود را از خود بصر بیں۔ عجب است از استہزا کنندگان کہ باوجود صد ہنر در ذات دیگراں بر یک عیب ایشان میگیرند و باوجود صد عیب در ذات خویش یک ہنر در خود نشان نمیدہند۔ عجیب تر ازیں آنکہ نہ ہمیں بر عیب کساں میخندند بلکہ ہنرے نیست کہ بر خندہ در خوبی آں نمی‌پسندانند و منقبتے نیست کہ آں را اُضحوکہ اہل مجلس نسازند۔

عبارت کتابۂ مزار قدر مرحومی سید امیر علی رئیس دہلی غفر اللہ

نیاید کسے در جہاں کو بماند مگر آں کزو نام نیکو بماند

سید امیر علی ابن سید وارث علی (رحمہما اللہ) چہل و ہشت سال خوش ناخوشِ زندگانی دیدہ و تلخی و حلاوت ایں دار الغرور چشیدہ شب جمعہ دوم شہر رمضان ۱۲۹۳ ہجری بادلے راغب الی اللہ و زاہد فی الدنیا داعی اجل را لبیک اجابت گفت۔ ہمہ عمر بقوت بازو کسب معاش کردہ در چشم خاص و عام موقر و محترم بود۔ و مردانہ و آزادانہ مے زیست۔ از بدو شعور تا ہنگام دولتی با درس و تدریس کار داشت و تا بود ہم دریں کار بود و ہم بریں بگذشت۔ احدے از

حاکم و محکوم و تابع و متبوع را ابداً ازو ملالے نبوده و کسے از آشنا و بیگانہ زبان بہ شکوه او نیالوده۔ الحق از نکوئی و حسن معاملت و تواضع و فروتنی و دیگر مناقب جلیلہ کہ در طبعش جبلی بود۔ اندکے از بسیار نمیتواں شرح داد۔ و حسن خاتمت کہ نہایت جملہ نکوئیہا ست چنانکہ خود او را میسّر آمده از صلحاء و اتقیاء و ابرار و اخیار ہر کرا دست دہد غنیمت کبرے میتواں شمرد۔

ایماں بلب و دل بہ رہ و دیده بہ دوست
با پیک اجل خنده زناں بیروں شد

کتبہ لوح مرقد مرزا الٰہی بخش مرحوم کہ حسب اقتراح جناب مرزا سلیماں جاه صاحب نوشتہ شد

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

واپسین شمع بزم گورگانی و آخرین ثمرہ شجرہ صاحبقرانی صاحب عالم حضرت میرزا ہدایت افزا بہادر المعروف بہ میرزا الٰہی بخش (طاب ثراه) در سال یکہزار و دوصد و بست و یک ہجری از نہانخانہ غیب بجلوه گاه شہود خرامیده ہفتاد و اند سال بنظارهٔ اعجوبہ ہائے ایں عجوبہ سال خورد چشم وا داشتند و با دہر ناساز گار مردانہ برروے کار آمده بس مراحل دشوار گذار را آسان طے نمودند ہم در عہد امن و سلامت و ہم در طوفان حوادث و فتن لنگر سفینۂ نجات در دست ایشاں بود و در مدت حیات با ہر یکے از طبقات انام آنچناں سلوک ورزیدند کہ اقارب و احباب را بصدق و مصافات و اجانب و اغیار را برفق و مدارات و ضعفا را بہ بذل و سماحت و اقویا را بحسن معاشرت در سلک یکجہتی کشیدند۔ شب پنجشنبہ شانزدہم ربیع الاول سال یکہزار و دوصد و نود و پنج ناخوشی سعال کہ رفیق دیرینۂ ایشاں بود آنچناں اشتداد گرفت کہ ہیچ چارهٔ و تدبیر سود مند

بہادر کا ہے ۱۲

آں نتوانست کرد۔ تا آثار یاس بر دلہا مستولی شد۔ ہمیں کہ کلمۂ توحید بزبان راندند و شاہدین را بر اسلام خود گواہ گرفتند۔ زود داعی اجل را لبیک اجابت گفتند۔ و ہر یکے را از دور و نزدیک و قریب و بعید سوگوار و ماتم دار و از ذکر جمیل و نام نیک بر خاطر ہر یک نقشے ہنوز آں گذاشتند۔

نثر قدیم[1]

تقریظ دیوان فارسی حضرت حسرتی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ در سال ہزار و ہشتصد و ہفتاد و دو مسیحی در زمان حیات مصنف مغفور نوشتہ بود

رباعی

ہر چند ستایش سخن دین من است ... میگویم و راست گفتن آئین من است

در مدح سخن ساختگی نیست مرا ... تحسین سخن شناس تحسین من است

الا اے ہوشمند فرزانہ دریں روزگار کہ جنس بالادست سخن از متاع حسن نوخطان نارواتر و دم گیرائے اہل سخن چوں نفس سرد و اعطاں بے اثر افتادہ است۔ زنہار گمان نبری کہ اندازۂ قدر گفتار را نقصان فرا گرفتہ است۔ و سرمایۂ لفظ و معنی بزیان رفتہ چشمۂ حیواں اگر در ظلمات پنہاں گردد خاصیت جان بخشی از بیروں نرود۔ و ماہ کنعان اگر در بازار مصر بہیچ نیرزد جوے از ضیا کامل حسنش کم نشود۔ کما قیل ؎

---

[1] اگرچہ قدیم طرز کی نثر سے اب طبیعت متنفر ہو گئی ہے لیکن چونکہ ان میں بعض نثریں گراہی بیرا ہہ ری کے زمانہ کی یادگار ہیں۔ اسلیئے انہیں بالکل ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا ۱۲ حالی

از قیمتِ یوسف نشود یکسر مو کم ‌ ‌ ہرچند خریدار بہ بازار نباشد

اگر گوئی کہ سخن را کہ مکانتے بلند و قدرے ارجمند ہست۔ خود بوجود نکتہ وران سخن پیوند است ورنہ لفظے است بے معنی، و اسمیست بے مسمّٰی۔ و سخنور چنانکہ معلوم است امروز از جہان معدوم است۔ پس اگر کبریت احمر را خاصیت اکسیر باشد گو باش۔ و اگر سایۂ ہما فرہ اقبال با خود دارد گو بدار۔ ازاں کہ نہ موجود است چہ خیزد۔ و ازینکہ مفقود است چہ زاید۔ گویم آرے چنانکہ فرمودی ہنر از توابع وجود اہل ہنر است۔ و عرض از لواحق ذات جوہر۔ و چندانکہ ہنرمنداں کمیاب ہنر کمیاب تر۔ اما با ایں قصورِ نظر و نقص ادراک۔ و ناتمامی دانش و نارسائی دریافت کہ مرا دمی رہست چگونہ میتوان گفت کہ اہل کمال را بجز در نشیمن عنقا آشیاں۔ و از سخن جز اسم و از سخنور جز رسم در جہان نیست ؎

خاکساران جہان را بحقارت منگر ‌ ‌ تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

حسرت گردم اگر برقِ حوادث روزگار مرغان نواسنج را آشیانہا پاک بسوزد تا عندلیبے در چمن نغمہ سرا ست باغ را دشت نتواں خواند۔ و اگر طلوع سپیدۂ سحری رونق بازار ستارگان برہم شکند تا مہر درخشاں عالم افروز است جہاں را تاریک نتواں گفت۔ گرفتم ہنر را گرمی بازار نہ چنداں است کہ کالائے گرانبہائے معنی از ہر دکان میتواں خرید و گنج شایگان سخن در ہر خرابہ میتواں یافت اما صاحب نظراں دانند کہ با انہمہ نارسائیہا در کیسۂ روزگار رخشندہ گوہرہاست۔ از چشم کوتاہ بیناں مانند گنج در ویرانہ پنہاں و بر سپہر کمال فروزندہ اخترہاست از دیدۂ شپرچشماں چوں مہر جہانتاب سر بہ نقاب کتماں۔ علی الخصوص دُرِّ یتیم معانی۔ مہر منیر فلک نکتہ دانی۔ قائد عرش تحقیق۔ باب مدینۂ تدقیق۔ بحر لجی علم و ایقان۔ کوکب دری افق عرفان۔ یمین ثمرۂ نخل باغ ارادت۔ گزین نتیجۂ پیوند مادۂ صورت۔ شناور دریائے حقیقت۔ رہبر صحرائے طریقت۔ چار سوئے مملکت معنی را نگہبان

خدیوِ شش جہتِ عالمِ حقیقت را فرمانروا۔ نگارستانِ رنگین بیانی را چہرہ پرداز۔
بہارستانِ شگفتہ طبعی را چمن پیرا۔ رمز شناسِ سرائرِ عقل و نقل۔ نکتہ سنجِ غوامضِ درایہ و
روایہ۔ مرحلہ پیمائے طریقِ نظر و استدلال۔ قصب السبق ربائے عرصۂ فکر و قیاس۔ شمسۂ پیشطاقِ
بلندنظری و الاطرقی۔ نواب نجدت القاب محمد مصطفیٰ خاں بہادر متخلص بہ حسرتی ؎

بِلَفظٍ لا یُعَبِّرُ عَن مَعانٍ اَحاطَتها مَکارِمُ ذِی الهُمامِ

اَللّٰهُمَّ مَتِّعنا وَمَتِّعِ الکُلَّ بِدَوامِ بَقائِهِ وَمُدامِ لِقائِهِ ۔ وصلۂ بیعش جانیت کہ بلندیِ
ہمت آسمانِ اوست۔ و قدرِ رفیعش آسمانیت کہ فروغِ خرد مہرِ درخشانِ اوست۔ ضمیرِ منیرش
نقدِ حقائق را گنجِ شایگان۔ چراغِ فکرش انجمنِ قدس را شمعِ شبستان۔ حلۂ الفاظش سراپائے
معنی را پیرایۂ ناز۔ و حلیۂ عباراتش گوش و گردنِ مضمون را زیورِ امتیاز۔ افسونِ لطفِ گفتارش
در تسخیرِ اشناء و دلاں چوں قید و بند۔ و معجونِ نطقِ شکربارش در مذاقِ حنظل طبعاں چوں شہد و
قند۔ استعاراتش چوں اشارۂ چشمِ خوبانِ دلربا۔ و عباراتش چوں چشمۂ آبِ حیواں جاں فزا۔
اطنابش چوں طولِ شکوۂ دوستداراں سامعہ نواز۔ و ایجازش دلاویزتر از نگاہِ چشمِ نیم باز۔
فکرش از دعاہائے سحری شب زندہ داراں رساتر۔ و سخنش از نالۂ نیم شبی جگر خواراں گیراتر۔
فقرۂ شیرینش نگویم شیرۂ جان اما پارۂ شیریں تر از آں۔ و مصرعۂ رنگینش نگویم برگِ گل اما دل
ازکف ربایندۂ بلبل۔ رائحۂ انفاسش از نکہتِ گل در دماغِ بلبل بل از عطرِ پیرہن در مشامِ یعقوب
سازگارتر۔ و شہدِ مقالش از شحنۂ زلال در کامِ مستسقی بل از جرعۂ مے در مذاقِ مخمور خوشگوارتر۔
الحق گرمیِ طبعِ پرزورش شراریست کہ تمکین پسنداں اگرچہ کوہِ وقار باشند۔ بیک جرعہ از آں خود را
بنگاہ نتوانند داشت۔ ورنہ خواجہ را کہ عندلیبِ شاخسارِ ملکوت۔ و طوطیِ شکرستانِ لاہوت است
با غزل سرائی و بذلہ سنجی چہ کار۔ و چگونہ روا باشد۔ کسے را کہ در طریقِ علم و حکمت براثرِ سقراط و افلاطون

قدمے راہ رفتن موجب ننگ و عار باشد. و کمینہ صناعتی امثال عرفی و نظیری را مقلد عمل بودن و زلالی و انوری را مقتدائے فن ساختن. گرنتم در زمان سلف نقد معنی گنجینہ داران و عرصۂ نکرپا شہسواراں بودہ اند. و ہنگامۂ گفتار را گرمی بازار. و ریاض سخن را رنگ اعتبار بیش از زمان صاحب دیوان بودہ است. اما کسانیکہ در مصطبۂ ذوق رطل گراں پیمودہ اند و از مایدۂ تمیز حظ وافر بردہ نیک میدانند کہ باآنکہ قطرہ ہا در بحر. و سبزہ ہا در دشت و دستہ ہا در سبد. و نغمہ ہا در ساز. و جرعہ ہا در ساغر و بادہ ہا در سبو. و بذلہ ہا در گفتار. و افسونہا در عمل. و شعرہا در دیوان و مصرعہ ہا در غزل فراواں بود. ہر قطرہ دُرِّ ثمین. و ہر سبزہ گل و یاسمین. و ہر دستہ دستۂ گل و ہر نغمہ نغمۂ بلبل. و ہر بذلہ نُقل محفل. و ہر افسون جادوئے بابل. و ہر شعر تر. و ہر مصرعہ نشتر نباشد. رباعی

زمزم نتواں بہ ہر چشمہ رواں   یوسف نتواں خرید از ہر دکاں

ہر لب دم اعجاز ندارد چو مسیح   ہر کس نبود چو خسرو سحر بیاں

جادۂ کہ وے در سخن سنجی مے پیماید پیشینیاں نیز پیمودہ اند. اما پاشنہ ہا ریش و پاپہا آبلہ دار بودہ است. اگر قدمے رفتہ اند. و خواجہ ہمہ گلگشت کناں میرود. و آہنگے کہ او دریں پردہ مے سراید دیگراں ہم سرودہ اند. اما نظرہا از سیر و اندیشہ ہا از تگ فرو ماندہ است. اگر مصرعے سنجیدہ اند و خواجہ ہمہ بدیہہ مے سنجد. آرے نغمۂ حقیقت در پردۂ اشعار سرودن و اسرار معنوی در کسوت تعبیر و بیان جلوہ گر نمودن نہ کار ہر حریف گفتار شوخ بیان است. و آنگاہ حال تا قال و اثر تا عین تفاوت بسیار دارد. اینک دیوانے ترتیب دادہ و مجموعۂ فراہم آوردہ کہ سخن را اوج کمالے برتر از آں دست دادن و سخنور را سرمایۂ قبولے خوشتر از آں بہم رسیدن دشوار تر از آنست کہ نالۂ مرغان خوش آہنگ بموزونی عشاق و بنہادند تواند رسید. و مرغولۂ مطربان جادو نوا

چوں لحنِ داؤدی آہن را موم تواند کرد۔ بنا میزد خمکدۂ صہبائے ذوق ہست و پردۂ آہنگِ شوق نظرگاہِ پاکان شاہدباز است و نیرنگ حقیقت و مجاز۔ انیسِ خلوتِ گوشہ نشینان است و جلیسِ صحبت عشرت گزیناں۔ تہیدستان خرد را سرمایۂ ہوش ہست و دُردی کشان جنون را بادۂ سرجوش نسخۂ مفرح روحانی ہست و مجموعہ لطائف وجدانی۔ طالع سخن را رقم سرنوشت ہست و شاہد معنی را حُسن خداداد۔ روزگارِ فراق را خجستہ سرگذشت ہست و ایامِ وصال را فرخندہ روئداد و گلشن نظم را موسم بہار ہست۔ و زمین شعر را آب جویبار۔ تفسیدہ درونان را مایۂ فرات ہست و شاد آ طبعاں را شیرۂ نبات۔ بالائے گفتار را خلعتِ دیبا ہست و تشریفِ قبول را قامتِ زیبا آنانکہ خاطر نکتہ فہم و طبع ادا شناس دارند بیابند۔ و ستر تا سر این قدسی صحیفہ بدیدۂ ہوش بنگرند تا دارسند کہ در این نکتہ سنج معجز بیاں را در گذارشِ سخن خاصیتے است کہ دیگراں بر آن دست نیافتہ اند۔ و اگر ہست پرسی کرامتے ہست کہ از خامۂ الہام طرازش بر روے کار آمدہ یعنی جمہور اہلِ فن چنانکہ دانی اتفاق دارند بریں معنی کہ شعر را چندانکہ از صدقِ راستی دور تر برند بقبولِ دلہا نزدیکتر باشد۔ و ہر قدر از اوجِ صدق زیر تر افتد از ندپایۂ حسنش بالاتر رود۔ وحق اینست کہ سخن بے مبالغہ و اغراق دلفریب نبود۔ چنانکہ نظامی میفرماید ؎

در شعر مپیچ و در فن او   چوں اکذب اوست احسن او

باانیہمہ گفتار آبدارش بے آنکہ چاشنی تبلیغ و غلو داشتہ باشد دلاویز تر از عشوۂ شاہدانِ مہوش و ذوق انگیز تر از بادۂ بیغش افتادہ است۔ انصاف بالائے طاعت است این چہ گفتار کہ آسمان برفراز است و زمین در نشیب۔ و چشمان در زیر ابرو انند و دندان جملہ در دہان از شنوندہ چہ دل رباید۔ و مستمع را چہ ذوق بخشد۔ پس بے آنکہ نوعے از صنعت اندیشہ و ایجاد طبیعت را دراں راہ دہی۔ چہ ساحری توانی کرد تا سامعہ یاراں بنوازی۔ و شور حسنت در انجمن

اندازی۔ ہمانا کار کار بشر نیست۔ خواجہ سخن سرائی نمیکند، سجع نمائی میکند۔

ہیہات در سپارش راہ مدح جادۂ تنزل پیمودم و ممدوح را نہ باندازۂ قدر والایش ستودم۔ بحث از فضائل ذات و جلائل صفات بود۔ و سخن در توابع و عوارض گفتہ آمد۔ و لختے بدرازی کشید۔ ہرگاہ مشک و زعفران را رائحۂ روح پرور در نہاد است و مہر و ماہ را بوارق نورگستر خداداد۔ آن دو را نشاید جز برابری و مانندی ستودن۔ و این دو درخشندہ گوہر را بہ گرمی و سردی آفرین نمودن چرا۔ ہمانا قدم رخش کہ بہنگام تاخت بیراہہ رود عیب عنان گیر است۔ و پردہ ساز کہ در مقام بلندی بہ پستی گراید از قصور مغنی است۔ اکنون کہ رہرو نظر را پائے رہ پیما بسنگ آمد۔ و عجز بیان حیلہ جستن و بہانہ انگیختن آغاز نہاد۔ زنہار گمان نبرند کہ مدائح سخن و محامد سخنور بپایان رسیدہ باشد تا خامۂ ستایشگر از خرامش و اندیشۂ ثناگستر از سگالش آرمیدہ باشد۔ حاشا حاشا کہ اگر قصیدہ را وحی و رباعی را الہام و غزل را اعجاز و غزل سرا را معجز نما گفتہ باشم۔ حرفے ازآن طومار و اندکے ازآن بسیار بسزا گفتہ باشم آہ چہ توان کرد ہم تیر نارسا و ہم صید بلند پرواز۔ ہم شب کوتاہ و ہم افسانہ دراز ؎

زبان ز نکتہ فروماند و راز من باقیست بضاعت سخن آخر شد و سخن باقیست

اللّٰہ بس ماسوے ہوس

تقریظ دیوان سالک

صد قفل بیک ضرب طی میکنم امشب مستی نہ باندازۂ مے میکنم امشب

حیرت زدۂ نیرنگی این کہن آشوبگاہ۔ حالی نامہ سیاہ کہ دوش در شکنجۂ غم و اندوہ چون مرغ تازہ بدام افتادہ سراسیمہ و دلتنگ و باسخت جانی خویش در جنگ بود۔ اگر حرفے از روداد خود

سرودہ باشد۔ ہمانا خویشتن را زحمت و انجمن را کلفت افزودہ باشد۔ تکلف برطرف۔ دلے
داشت ہمہ موجِ خوں۔ و سرے داشت سرمایۂ جنوں۔ شبے بہ درازی شب ہائے فراق
و وقتے بہ پراگندگی خاطرِ عشاق۔ بے خودی ہمہ نقد گنجینۂ ہوش۔ و مستی ہمہ تعبیرِ خوابِ
فراموش۔ ولولہ ہا میکرد و از جا مے رفت۔ نالہ ہا میکشید و دم نمیزد۔ گاہے اشک
جگرگوں از دیدہ میبارید۔ و گاہے بر گریۂ خود میخندید۔ گاہے از روزگار نالیدے
و گاہے از بخت نگونسار۔ گاہے بر اہرمن نفریں کردے۔ و گاہے بر نفسِ خویشتن
گاہے در جستجوئے وقتِ رفتہ چپ و راست مے نگریست و گاہے از عمرِ رفتہ یاد میکرد و
میگریست۔ گاہے رشتۂ امل چنداں دراز کردے کہ عنقا را اسیرِ دامِ خود پنداشتے۔ و
گاہے از دورباشِ حرماں آنچناں گسستہ امید گشتے کہ سہل را دشوار و اندک را بسیار
انگاشتے۔ بالجملہ حالتے در پیش داشت کہ قیامتے با خویش داشت۔ و چنیں ہنگام کہ صحبتِ
احباب چوں فرقتِ محبوب ناگوار۔ و بذلۂ اصحاب تلخ تر از طعنۂ اغیار بود۔ اگر سودائے گفتار
در سر و خلش ایں خار در جگر نمیداشتم۔ غنچۂ خاطرم ہیچ نشگفتے۔ و دردِ دلم زنہار چارہ نپذیرفتے
رفتم کہ بمطالعۂ دیوان حضرت خواجہ شیراز دمے خالی کنم و بیکے دو جرعہ ازاں بادۂ کہن غم
دین و دنیا فراموش سازم۔ ناگرفت از دریچۂ ہوش ایں صدا بگوش خورد کہ ہاں و ہاں
حالی روشن نفس۔ اے بفہم ادا شناس و بفکر بالغ رس۔ ہم شکر ریزی طوطیانِ ہند
دیدۂ۔ و ہم نغمۂ بلبلانِ عجم شنیدۂ۔ یکے در چمنستانِ سالک بیا۔ و دیدہ و دل را رخصتِ
تماشا دہ۔ تا دانستی کہ گلشنِ معنی در عینِ خزاں شگفتہ و شاداب است و نہالِ سخن در پایانِ
موسم تازہ تر از عہدِ شباب۔ ندانم ایں صدائے دلکش از کجا بود و چہ بلا گرمی اثر با خود
داشت کہ تا از پردۂ گوش بدل فرود آمد۔ مرا در من نگذاشت۔ چوں بخود باز آمدم گرم از جا

برخاستم و دیوانِ سالک خواستم۔ سبحان اللہ کتابے دیدم چوں نسخۂ جمالِ یوسفی سراپا انتخاب و زلیخائے سخن را بازگشت عہدِ شباب۔ ابیاتش ریختہ اما رشکِ پہلوی و دری۔ بیانش سادہ اما نمونۂ گفتار سعدی و انوری۔ مضامین ہمہ تازہ و نو۔ معانی ہمہ الفاظ را در گرو۔ قصیدہ و غزل ہمہ طلسم رنگ و بو۔ قطعہ و رباعی ہمہ کرشمہ و جادو۔ ذکرِ فراق دل آویز تر از عدۂ وصال شکوۂ جفا طرب انگیز تر از مژدۂ وفا۔ آنجا کہ طولِ مقال ست لفظ را اندازۂ وسعتِ خیال است و آنجا کہ اختصارِ بیان ست ہفت دریا در کوزہ نہاں است۔ منکہ جز بگفتارِ پیشینیاں سرے در کوچۂ خموشاں گذرے نداشتم۔ از حلاوت ایں ثمر نو رس آنچناں کارِ کام و زبان ساختم کہ دل از ذوقِ قند نظیری۔ و چاشنی نمک عرفی بکلی پرداختم۔ گویند ہر سخن سنج را در غزل سرائی طریقے خاص است کہ مر اورا بداں طریق اختصاص است۔ یکے از آتشِ عشقِ مجاز چراغے در راہِ فکر نہادہ۔ و دیگرے از عالمِ حقیقت درے بروے دل کشادہ۔ یکے در بستنِ معنیِ بلند باعنقا ہم پرواز۔ و دیگرے در بستنِ معاملات و وقوعی کرشمہ سنج و سحر پرداز۔ یکے را وصفِ دلدار پیرایۂ بیان۔ و دیگرے را رشکِ اغیار تازیانۂ زبان۔ کمتر کسے بودہ باشد کہ ایں ہمہ مراحل را بیک رفتار پیمودہ باشد۔ آرے در ہر شیوۂ سخن نغز گفتن و در ہر رشتہ گوہرِ معنی سفتن۔ نہ حدِ ہر چرب گفتار شوخ بیان است۔ اما در خمکدۂ کہ غالب بادہ فروش است و سالک بادہ پیما۔ بادہ ہا ہمہ سرجوش است و نشہ ہا ہمہ رسا۔ اینجا مستی حریفاں در شمار نہ بینی۔ اینجا حریفے در خمار نہ بینی۔ اینجا لاے خوار انند بر چرخ موج زن۔ اینجا دُردی کشانند با عطاردِ ہم سخن۔ اینجا نواہائے گوناگوں از یک قانون برمیخیزد۔ اینجا اداہائے رنگا رنگ از یک طبعِ موزوں سر بر میزند۔ اینجا ہر کس جانِ سخن است و سخن جانِ او است۔ و حسنِ معنی از آنِ اوست بلکہ آیۂ در شانِ اوست۔ خاصہ آں آئینہ صورت نمائے غالب۔ و

مرا او ہیچو من ہزار را بجائے غالب۔ آں در سخنوری یکتا۔ و در پاک گوہری بے ہمتا۔ آن ذو شعلہ زبانی علم و در شیوہ بیانی مسلّم۔ آں رہرو قدسی سالک جناب مرزا قربان علی بیگ متخلص بہ سالک لازال ظلہ ظلیلاً و ذکرہ جمیلاً کہ امروز در نکتہ وری و نکتہ سنجی اُستادِ اُستادان اُستاد است۔ و جہان آباد از شرف وجود مسعودش جہان آباد است۔ الحق اگر سخن را صہبا میتواں گفت سخنش سر جوش بادۂ سخن است۔ و اگر شاعری را فن میتواں خواند خواجہ یگانۂ ایں فن است۔ یارب چنانکہ ہند از غالب خلد آرامگاہ رشک ایران و توران بودہ است۔ دہلی از سالک معنی پناہ غیرت شیراز و صفاہاں باد۔

تقریظ دیوانِ قلق

ایں دیوانِ غرابت عنوان از افاداتِ مرحومی حکیم غلام مولی متخلص بہ قلق است کہ شاگردِ رشید۔ خانِ فسیح المکان جناب غفران مآب حکیم مومن خانِ مومن بودہ اند۔ اصل ایشاں از میرٹھ و در دوازدہ سالگی از آنجا بہ خیر البلاد جہان آباد آمدہ و بہ کسبِ کمال و تحصیلِ علم پرداختند۔ و تا زمانیکہ واقعۂ طغیانِ سپاہِ باغی آں شہر لطافت بحر را مورد آفاتِ مرگ نساختہ دہلیات کردہ۔ ہمدرینجا اقامت داشتند۔ مدتے طویل زبانِ پارسی از انفاسِ متبرکہ مولانا امام بخش صہبائی فرا گرفتند۔ گویند از جملہ شاگردانِ آنجناب بہ جودتِ طبع و حدتِ ذہن اختصاص داشتند۔ و صرف و نحو و منطق و دیگر فنونِ عربیہ را از ملّا انتظام علی سہارنپوری اخذ کردند۔ و طب از حکیم غلام نقشبند خاں دہلوی کسب نمودند۔ درآں ایام کہ گلشنِ دہلی را آخر فصلِ بہار بود۔ جمعے از گرانمایگانِ عالمِ معنی و چابک خرامانِ عرصۂ سخن چوں غالب و ذوق و مومن و سائرین کہ در سخنوری و نکتہ پروری فخرِ دہلی بل نازشِ ہندوستان بودند۔ در یں

معمورہ جاداشتند۔ واز فیضِ وجودِ ایشاں عالمے را ہولئے شعر و سخن در سر افتادہ بود۔ حکیم مغفور کہ باموزونیِ طبع وجودتِ ذہن نکرے بلند پرواز داشتند۔ باوجود مشاغلِ علمیہ نتوانستند خود را ازیں بادۂ مردافگن برکراں دارند۔ لاجرم داعیۂ غزل سرائی در خاطرِ ایشاں پدید آمد۔ موتمن مرحوم را چنانکہ از مطالعۂ دیوانِ ایشاں مفہوم میشود بہ استادی برگزیدند ورفتہ رفتہ در خاطرِ استاد موقعِ قبول یافتند۔

مخفی مباد کہ موتمن مرحوم در غزل و اصنافِ دیگر از سخن دو طریق مسلوک داشتہ اند یکے عام و دیگر خاص۔ طریقے کہ عام است وآں کثیر است۔ ہمیں طریقۂ میر و میرزا و سائر ریختہ گویانِ نامی و استادانِ گرامی است۔ وطریقے کہ نتیجۂ طبعِ وقّادِ ایشاں و مخصوص با ایشان است۔ اگرچہ از شاہراہِ عامّۂ شعرا بیگانگی دارد اما سببِ شہرت و بلند آوازگیِ حکیم سابق الوصف شدہ ایشاں را در چارسوے ہندوستان بہ استادی و نازک خیالی و دقت آفرینی علم ساختہ۔ ازانجا کہ حکیم مولیٰ بخش قلق را بمیلِ طبع و مناسبتِ خاطر بطریقۂ خاصّہ خویش دیدہ بودند نظرے خاص بحالِ ایشاں مے گماشتند و بعلاوۂ اصلاحِ سخن و القائے غوامض و دقائقِ ایں فن انواعِ لطف و کرم و اصنافِ شفقت و عنایت مبذول میداشتند تا آنکہ سخنِ ایشاں نوعے پختگی پیدا کردہ۔ ہرجا کہ بزمِ مشاعرہ انعقاد مے یافت با استادانِ دیگر ہمطرح شدہ داد غزل سرائی میدادند و حاضرین را تعجب بر تعجب و حیرت بر حیرت مے افزودند۔ چوں آتشِ بغی و فساد در چارسوے دہلی بالا گرفت۔ مانعے بہتر از آنکہ بوطنگاہِ خود معاودت کنند۔ درمیان ندیدند۔ ناگزیر از دہلی بہ میرٹھ رفتہ ہمدرانجا رختِ اقامت انداختند۔ وتا سالِ ہزار و دویست و نود و شش کہ سالِ رحلتِ ایشاں ازیں خاکدان بہ عالمِ جاودان است دراںجا بودند۔ ودر بعضے مدارسِ دولتی خدمتِ دبیرِ فارسی با ایشاں

تعلق داشت کہ وجہ معاش و سامان قوت لایموت ایشاں بود۔ بسیار قانع و غیور و بفضل و هنر از مال و دولت مستغنی و در شعر و سخن عند طائفۃ بہ استادی علم بودند و نیز در طبابت دستے داشتند و لختے از اوقات عزیز را در معالجہ و مداوائے مرضی بذل مینمودند۔ از وصایائے ایشاں کہ پیش از وفات باکہین برادر خود در میان نہادند یکے آں بود کہ دیوانِ اشعار ایشاں را بقالبِ طبع ریختہ اشاعت آں کردہ باشند۔ یگانہ داد گر هنر گستر و فرزانہ هنرور هنر پرور بابو محمد عبد اللہ کہ برادر اصغر حکیم مغفور میباشند۔ باآنکہ در مدارس انگلیسی تعلیم یافتہ عمرے دریں وادی بسر بردہ اند و چنانکہ واب اکثر از انگلش دانان است۔ ذوق شعر و سخن کمتر دارند و نیز از خدمات متعلقۂ خود فارغ نیستند۔ باز وصیت برادر مرحوم را از جملۂ فرائض مکتوبہ دانستہ کوششے بلیغ و توجہے فوق العادۃ در طبع و اشاعتِ کلامِ ایشاں بکار بردند و مانندِ اخلافِ رشید و اعقابِ سعید وصیت آں مغفور بجا آوردہ نامِ برادر را بہ گیتی سمر و خود را از برادر نکونام تر ساختند۔

لراقمہ

گر برادراں زنیساں مهر وہ ہستی ورزند چوں رسد بفرزنداں نوبت نکو یہا

عرضداشت بحضور نواب کلب علی خاں بہادر رئیس رامپور در شکر عطیہ دیوان فارسی مع سوم بہ دو مثنوی خاقانی و مجموعۂ نثر فارسی موسوم بہ ذرۃ التاج

عالم پناها! سہ روز ست کہ بعد یک ماہ سفر پوتب کہ در اوائلِ رمضان فجاءۃ بسببِ ضرورت اتفاق افتادہ بود بدہلی رسیدم و بتہ و نسخۂ اکسیر اعظم یکے

درّۃ التاج و دیگر دو مثنوی خاقانی بتوسط مکرمی میرزا داغ برخوردم۔ اما بسبب تاخیرے کہ در گذاردن فریضۂ سپاس گذاری بالاضطرار لا بالاختیار بر روے کار آمد بغایت منفعل شدم۔ اما الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ کار با حضرتِ کریمے ہست کہ ہم خطاپوش است و ہم عذر نیوش۔ بالجملہ در شانِ این ہر دو شاہدِ رعنا زبان بمدح کشودن روشنانِ سپہر را بہ تجلی و تحسین برشمردن و عشرِ عشیرِ محیط را بہ گز پیمودن است۔ سبحان اللہ با وصفِ مفاخر دینی و دنیوی و کمالاتِ صوری و معنوی و فضائل علمی و عملی و محامدِ خَلقی و خُلقی و محاسنِ وہبی و اکتسابی در نظم و نثرِ اردو و فارسی نیز کہ درین مرتبۂ جلیلہ خدّامِ والا مقام ہست مکانتے ارجمند کہ امروز با ذاتِ قدسی صفات است۔ در عامۂ ابناے زمان عموماً و در اہلِ صناعت خصوصاً کمتر دیدہ میشود۔ وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ کسانیکہ شعر را تمیمے خود ساختہ اند و عمرے دراز درین وادی خاک بیزی کردہ ہر آئینہ از منزلگاہِ خسروی بمراحل دور افتادہ اند۔ آرے ۝

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید   دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

یارب شجرۂ طیبۂ ذاتِ ملکی صفات کہ اصل او در زمین و فرعِ او فوق السمٰوٰت است ابدَ الآبدین و دہرَ الداہرین از ثمراتِ کونی و الٰہی بارور و بر فرقِ ابناے امانی و آمال سایہ گستر باد۔

ایضاً

بعد از تقدیمِ وظائفِ خیر اندیشی و دعاے صحت و سویتِ مزاجِ اقدس اعلیٰ کہ عینِ معینِ فیضِ عام و رکنِ رکینِ بناے اسلام است بعرضِ مطلب می پردازد۔ امیدگاہا درین نزدیکی بسمعِ فدوی ہواخواہ رسیدہ کہ ان ناخوشی ہاے دیرینہ درین روزہا تغیرے

بطبع اشرف بندگان حضور راہ یافتہ است ۔ ہمیں کہ ایں خبر مشوّش بگوش خیر سگال خورد سوابق حقوق خسروی کہ مرّۃً بعد اُخرے بریں بندہ متحقق بودہ است برآں آورد کہ خود را مُہلت یک ساعت نہ دادہ زود از جائے برخیزد ۔ و ہر قدر عجلت کہ میتواں بکار بُرد بجا آوردہ بدرِ دولت رسد ۔ و چشم تمنا را بنورِ جمال باکمال منور گرداند ۔ اما یک ماہ بیش گذشتہ باشد کہ بعوارضِ نزلہ از سُعالِ مفرط و ذات الجنب وغیرہ مبتلا است و ازیں جہت در ادائے فرائض خدمت متعلقہ نیز قصورے راہ یافتہ است و نیز نمیتواند خود را بوطن برساند پس بکمالِ شرمساری و خجالت خوے از جبین سر دادہ و سر در پیش افگندہ بتمہید عذر و پوزش جسارت مینماید ۔ بو کہ بموقف اجابت رسد ۔ و مع ذٰلک عزم جزم کردہ است کہ ہر گاہ در امراض لاحقہ افاقتے بہم رسید علی الفور باندازِ تقبیلِ عتبۂ عالیہ خواہد شتافت ۔ و مہما امکن از عہدۂ بعضے از حقوقِ بندگی بیروں خواہد آمد ۔ امید از درگاہ قاضی الحاجات و مجیب الدعوات آں دارد کہ بشکرِ دعاے عالمے از مساکین و ضعفاء و ارامل و ایتام و صلحا و زہّاد و فقراء و عبّاد و دیگر بندگان الٰہی کہ از مائدۂ نعمتِ خسروی بہرہ مے ربایند و در سایۂ عاطفتِ حضور تربیت می یابند ۔ زود مدافعتِ جملہ بلیّات و مقاومت تمامی مکروہات تواند کرد کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا را رادّ القضا فرمودہ است ۔ اَللّٰہُ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ ۔

عریضہ بنامِ نامی جناب مرزا اسد اللہ خان غالبؔ در بیان معنی شعر نظیری کہ جناب ممدوح آنرا ناقص العیار و نظری قرار دادہ بود حسب ایمائے آنجناب

قبلہ و کعبہ ۔ سخنے را کہ اندازہ دانانِ گفتار و ادا شناسانِ معنی از نظرِ اعتبار انداختہ باشند ۔ گو ہمہ از نظیری و عرفی باشد بہیچ تاویل و توجیہ طراز قبول نتواں داد خاصّہ بسعی ہیچمدانے

که بلدِ راهِ سخن و مردِ این فن خود نیم چگونه این نقش درست تواند نشست۔ الحق شکسته را بستن و گسسته را پیوستن و پاره را دوختن کاریست بس دشوار و دشوارتر ازان است طرف شدن با اُستادانِ فن و مردانِ کار۔ وانگاه با کسیکه در سخنوری و سخندانی و نکته سنجی و نکته رانی یگانهٔ روزگار بوده باشد۔ حقا که پاسِ امتثالِ امرِ واجب الاذعان در نظر دارم و در نگارشِ معنیِ شعرِ نظیری که مخدوم آن را نظری داشته اند هرگز جرأتے بکار نمے رفت چه مرا که ازان چشمه آب خورده ام و ازان مائده زله ربوده ام۔ اگر بفرضِ مُحال رائے در فهمِ معنیِ شعر بر صواب بوده باشد۔ در برابر گفتگوئے که با آن حضرت در میان آید چاره جز تسلیم و جواب جز خموشی نیست۔ لله الحمد که سر از فرمان نه پیچیده ام۔ اگرچه سر رشتهٔ ادب از دست رفته است۔ خطا نموده ام و چشم آفرین دارم۔ والسلام مع التحیة والتکریم۔

قال نظیری

جذبِ عشقم فی المثل در حُسن پیدا ساختن　　خضرِ چاهِ یوسفم از آبِ حیوان نیستم

بدانست خاکسار قائل از عشق و حُسن درین شعر عشق و حُسنِ مُطلق خواسته است چنانکه این هر دو مفهوم از حدیثِ قدسی کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ مستفاد مے شود۔ کنزِ مخفی همان حُسنِ مطلق است۔ و اقتضائے ذاتی که از لفظ اَحْبَبْتُ فهمیده میشود و تعبیر ازان بعشق میتوان کرد۔ اگرچه منشائے ظهورِ کنزِ مخفی همان اقتضائے ذاتی است و بس۔ اما اطلاقِ منشائیت بر اعیانِ موجودات۔ هم که بمنزلهٔ علتِ مادّیه اند۔ در آن ظهور را در امثالِ مقدماتِ خطابیه و شعریه میتوان کرد۔ قائل دعوےٰ میکند و در دعوے خود صادق است که منکه از جملهٔ اعیانِ موجوداتم در پیدا ساختنِ حُسنِ مطلق حکمِ جذبِ عشق پیدا کرده ام۔ گویا خضرم که از چاهِ یوسف نشان میدهم نه آن خضر که از آبِ حیوان نشان دهد پس

خود را بجذب عشق۔ و کنز مخفی را کہ عبارت از حسن مطلق است بیوسف در چاہ افتادہ تشبیہ داده است و وجہ تشبیہ ظاہر است فقط ۰!۰

بنام جناب حافظ قاضی عبدالرحمن مرحوم پانی پتی متخلص بہ تحسین

یارب این قدر سرگرمی آرزو و فزون سری خواہش اگر از جنون جولانی ہوس نیست و بیکاری طبع خام است۔ چرا نم کہ دم بدم زخم درون در بالیدگی و پیکر جان در کاہیدگی و بیتابی دل در فزونی و توسن صبر در حرونی چرا است۔ و اگر اینہمہ تو قلمہ نیہا از خونگرمی مہر و وفا و بالادستی شوق کارفرما است۔ انچیست کہ صاعقہ محبت ہنوز بخرمن آسایش دست ہمتے نکماشتہ و صرصر تاثیر دوستی بردو بے نیازی از خاطر نازکش برنداشتہ۔ چہ اگر آنست دیر تر صورت نہ بندد و اگر اینست از دل بدل رہ دپیوند۔ کمابیش شش سال ست کہ دل جویائے وصال و جان آرزومند ملاقات و چشم طالب دیدار و گوش مشتاق پیام است۔ و ہر کہ یکچند از غصہ انتظار۔ دندان بر جگر افشردہ و روزگارے بیاد دوستدارے بسر آوردہ باشد۔ مے داند کہ جاودان بہ عذاب دوزخ مبتلا بودن بہ کہ ساعتے در امیدواری گذرانیدن۔ آہ از من کہ عمرے بدین غم و غصہ و تپش و اضطراب گذرانیدہ و شبہا از قلق جدائی نخفتہ و روزہا از آویزش و روئی نیارمیدہ ام ؎

بے تو گزیستہ ام تلخی این رنج | بگذر از مرگ کہ و ابستہ بہنگامے ہست

ہر چند در نگارش احوال خود و پرسش اخبار ہمدگر قصورے ودرنگے کہ رفتہ نہ از آن سو بلکہ از نیسو ہم برروے کار آمدہ۔ و از نیجا ست کہ در شکوہ گذاری نامہ را ولیر نمیتوانم کرد۔ اما اگر راست پرسی و از حق نہ رنجی میتوانم گفت کہ در پرسش جوے اخبار و تفتیش احوال کوششے کہ بجا آوردہ

وجہدے کہ بکار بردہ ام مرا از عہدۂ پیام گذاری و نامہ نگاری بدر آورد۔ اگر باور نکنند اینک عالمے بر صدق دعوے من گواہ است۔ ہر جا کہ رفتہ۔ با کسے از دوستناسان شما برخوردہ ام اول از شما پرسیدہ ام۔ باز سخن دیگر بزبان راندہ ام۔ اما از شما آنمایۂ التفات بلکہ صد یک از آں ہم چشم نداشتم۔ و چگونہ چشم تواں داشت کہ با آنکہ زمانے دراز در پانی پت اقامت ورزیدہ و با بسیارے از آشنا و بیگانہ صحبتہا اتفاق افتادہ۔ اما یاد ندارم کہ در پانی پت کسے کہ یاد آوردن شما ازیں ناکس گمنام بمیان آوردہ باشد۔ حقا کہ استواری اساس مودت و اتحاد و صفائے مشرب و مذہب اخلاص نہ بحدیست کہ آں را ہیچ صدمہ از جا تواند جنبانید و ایں ہیچ کدورت متغیر تواند گشت۔ ورنہ داد آنست کہ در میانہ آشنائی و بیگانگی گردش چشمے بیش نیست۔ ہ

نومیدی از وصال تو طاقت گداز بود صد جا گرہ زدیم امید بریدہ را

الحاصل بندہ تا یک ماہ در دہلی مقیم است امید کہ زود نہ دیر جواب ایں اخلاص نامہ ارزانی فرمایند۔ بدیں نشان کہ لفافہ در دہلی متصل چتلی قبر بمکان نواب محمد مرتضیٰ خاں مرحوم مکتوب الیہ برسد۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بعد رسیدن جواب آں سرگذشت ایام جدائی بتفصیل نگارش خواہم کرد۔ اکنوں کہ ورق بپایاں رسید و مجال وقت تنگ و افسانہ بس دراز ہ

نامہ بحرف اشتیاق تمام ختم شد۔ والسلام والاکرام

ایضاً

رسید نہائے منقار ہما بر استخوان غالب پس از عمرے بیاد آورد رسم راہ پیکاں را

الحمد للہ کہ نامۂ والا بعد مدت دراز رسید و رابطۂ دیرینہ را نوی بخشید و مرا از شکایتہائے بیجا

مشتغل ساخت. دانستم که برانداختن مراسم صوری پیوند معنوی را زیان ندارد. اما این قدر هست که چوں راهِ نامه و پیام بسته شود و این حالت بجنتے به درازی کشد یکے را از هر دو جانب بحکم بی اختیاریهائے شوق سررشتۂ ضبط و تمکین از دست برود و سر حرف باز نتوان کرد. و باخیار هم دگر به نتوان خورد. گمان نبرند که در پردۂ سپاس گذاری بر دوست منت همی نهم همانا شکرے که بوے شکایت ندهد سخنے که بکنایه ادا کرده نشود. بیگانۂ مذاق آشنائی است ورنه حاشا ثم حاشا که اندیشۂ دیگر در سینۂ اخلاص آگین گنجایش داشته باشد. چوں از سرگذشت مخلص استفسار فرموده اند پارۂ ازاں گذارش کرده میشود. مخفی مباد که هرگاه سنگ تفرقه بر سر جمعیت رسید و گلشن فراغ را موسم خزاں فراپیش آمد. شما در گورگانوه از یار و دیار دور و من هم به پانی پت در شکنجۂ جدائی رنجور. دو سه سال در بیت الحزن معتکف بودم و دل همین را بوعدۂ امروز و فردا همی فریفتم تا آنکه لشکر وحشت هجوم آورد و سررشتۂ ثبات از دست رفت. رخت سفر به دهلی کشیده آمد. و از آنجا بمیرٹھ و از آنجا به مرادآباد. و باز از مرادآباد بجانب سکندره اتفاق مراجعت افتاد. روزے چند هم در آنجا بخدمت برادر مکرم اقامت ورزیدم. چوں دو سه ماه برین برآمد و خواهشے که درین کشش و کوشش مطمح نظر بود روائی نپذیرفت. ناچار با زمانۂ ناسازگار در ساختم. نواب محمد مصطفی خاں بهادر رئیس جهانگیرآباد در بلند شهر اقامت داشتند. مرا بخدمت ایشاں بردند. بعد از آنکه گفتگوها و پرسشها به میان آمد بحکم مناسبتے که دیدند مرا در گوشۂ خاطر جا دادند و بملازمت خود برگرفتند. کما بیش چار سال است که در جهانگیرآباد زندگانی بسر مے برم. وجه معاش اگرچه ما قل و کفی است اما لطف صحبت از حوصلۂ توقع فزوں تر است. و درین روزگار که آدمی عنقا و آدمیت حکم کبریت احمر دارد. ملازمت این یگانۂ روشن طبع آگاه دل را از فتوحات غیبی مے شمرم.

ذہنِ ثاقب و فہمِ رسا و طبعِ جواد و خُلقِ کریم و فکرِ صائب و نظرِ عمیق بدیں پایہ کمتر دیدہ شد
الحق فرشتہ را طبعِ کرشمہ سنج و خاطرِ سحر آفریں بخشیدہ بصورتِ انسان آفریدہ اند۔ و انگاہ
خون گرمی خلف الصدقِ ایشاں نواب محمد علیخاں کہ بحلیۂ تہذیب آراستہ و بزیورِ اہلیت
پیراستہ فرو سے است مرا از من ربودہ است۔ سخن کوتاہ ناسفے دارم کہ اگر چنیں بدیں شکل
بروے رسیدمش ۔ ہ

روزگارم گر چنیں با او نظیری بگذرد   رشک آید عالمے را بر منِ احوالِ من

شنیدہ ام کہ دریں عرضِ مدت ورزشِ سخن را بغایت کمال رسانیدہ اند۔ از مرزا
صاحب اکثر ستائشہا دربارۂ آں مکرم شنیدہ ام۔ حیف صد ہزار حیف کہ من بگفتارِ شما
کارِ کام و زباں نسازم۔ و بیگانگاں از آں کامیاب شوند۔ امروز بہ پانی پت میرسم و ہم
رمضان ہم درآنجا بسر مے برم۔ پاسخِ اخلاص نامہ بہ پانی پت فرستند۔ و زود فرستند و یک
دو غزل از نتائجِ فکرِ بلند درآں صحیفہ رقم فرمایند۔ و اگر فرصت دست دہد در زمینِ غزل
نظیری کہ بالا گذشت سگالش فرمودہ سامعۂ یاراں بنوازند۔ بارہا تذکرۂ صاحب با
نواب صاحب درمیان آمدہ ہست۔ اما از گفتارِ شما ہیچ نشنیدہ اند۔ ولاکن شوقِ بسیار
دارند۔ دیگر آنکہ طولِ ایامِ جدائی بغایت رسید۔ و چرخِ شعبدہ باز ہمچناں در عہدِ تفرقہ
اندازیست۔ و فرصتِ جمعیت چوں وقتِ رفتہ باز آمدنی نماید۔ و غالب کہ بقیۂ عمر
زندگی در آرزو من ہمہ بگذرد۔ اکنوں کہ ماہِ رمضان ہست۔ تقریبِ عزمِ وطن بہتر ازیں
بدست نخواہد آمد۔ اگر آں مکرم نیز دریں ایام بہ پانی پت بیایند و ماہِ مبارک ہمہ در آنجا
بسر برند چہ خوش باشد۔ وَاللہُ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ۔

بنام جناب منشی امیر احمد صاحب مینائی

ساختن ممنونِ دیدارم بجستن سوختن　　　از قصورِ فہمہاے حسرتیان خداداد منت

یارب ہر دردے را پر داروے چارہ سپستواں کرد و ہر گرہے را بناخنے باز نتواں نمود۔ اما سوزِ دروں کہ تمنا نام دارد و نامِ دیگرش ناشکیبائی است چہ بلا رحیمے است کہ بہیچ افسوں چارہ پذیر نیست۔ تشنہ را بجرعۂ آبے و گرسنہ را بپارۂ نانے تسلی بتواں داد۔ و آرزومندِ دیدار را بوصالِ جاودانی سیر نتواں کرد۔ ازینجاست کہ پروانہ در صفِ چراغاں از تپ و تاب باز نہ است۔ و بلبل در عینِ بہاراں از نالہ و شیون دم فرو نگیرد۔ گوئی مغلوبِ سطوتِ شوق نوش از نیش و ہجر از وصل باز نشناسد۔ وللہ درّ من قال ؎

قالوا لنا الحبُّ للمجهور تسلیة　　　ولیس هذا سوی هذي و مجهور
فالوصلُ علّة هذا الاعتلال فلا　　　یحول السمّ تریاقاً فیاتکی بین

بے پرنیاید کہ نامۂ نامی خدام نزولِ جلال فرمودہ از جمالِ دل آرائے لیلیٰ شعر جلوۂ ہوش ربائے شاہدِ نظم دو غرفۂ حدیقۂ معنی بروئے دل باز گشود و از حضورِ روحانی کہ بحکمِ سابقۂ ازلی دایماً میسر بودہ است و خواہد بود بشہودِ جسمانی رسانید۔ و حجابِ دوری کہ پردۂ بصر بود نہ غشاوۂ بصیرت از میان برداشت۔ جائے آں بود کہ ازیں شادی بر خود بالیدے و در پیرہن نگنجیدے۔ اما اشتلمِ شوق کار فرما نگذاشت کہ لختے بخود آئیم و از صبر راحت بہرہ ربائیم۔ بالجملہ جگر تشنگی طلب بجائے رسیدہ کہ بزلالِ وصال ہم فرو نشستنی نیست تا بنامہ و پیام چہ رسد۔ حیرانم کہ دریں کشش و کوشش چہ مے جویم و چہ مے خواہم

میگریم واز گریہ چو طفلم خبرے نیست   در دل ہوسے ہست ندانم کہ چہ ہست

ہیہات مضمونِ شکر ہمہ در لباس نظم ادا کردہ شد و باندازۂ شورش نہاں ہنوز یکے از صد نگفتہ ام۔ بہ کہ بعجز بیان معترف شوم و سخن بریں یک بیتِ عرفی تمام کنم ؎

غمزہ چوں تیغ زند لب نہ کشائی عرفی   کہ بہ تحسین تو کیفیتِ زنہارے ہست

والتسلیم

نظمِ عربی

نظمِ عربی جو مخدومی منشی محمد کرم اللہ خاں دام بقاؤہم کی شادی کتخدائی کے موقع پر بطور مبارکباد کے بیماری کی حالت میں لاہور سے دہلی بھیجی گئی تھی

۱ بنفسی ما به جاء البشیرُ — وما أفدی به شیئٌ یسیرُ
۲ فبشّرنی وقد القیت سمعی — بسؤرٍ لا یکافئه سرورُ
۳ فقمت اذًا وکیف یقوم مثلی — نحیفاً لیس یبعثه النشورُ
۴ شکیّاً لا یصاحبه انیسٌ — غریباً لا یُزار ولا یزورُ
۵ نسیت ولم اکد انسیٰ ہمومی — فما هذا النشاط وذا السرورُ
۶ اریٰ الارجاء قد ملئت بهاءً — وفی القمرین فوق النور نورُ
۷ فیا للّٰه من ربعٍ بهیجٍ — به صحبٌ واخوانٌ حضورُ

۱ میری جان فدا ہو اُس خبر پر جو قاصد لایا ہے۔ مگر جو چیز میں فدا کرتا ہوں وہ حقیر چیز ہے ۱۲

۲ اُس نے مجھے ایسی خوشی کی خبر دی جس کی کوئی خوشی برابری نہیں کر سکتی ۱۲

۳ میں خوشی کے مارے کھڑا ہو گیا مگر مجھ جیسا ناتوان کیونکر کھڑا ہو سکتا ہے جسکو یوم نشور بھی نہیں اُٹھا سکتا

۴ ایسا بیمار جسکا کوئی مونس نہیں اور ایسا مسافر کہ نہ اُس سے کوئی ملے اور نہ وہ کسی سے ملے ۱۲

۵ میں بھول گیا اپنے رنج جنکو بھول نہ سکتا تھا۔ یہ کیسا نشاط ہے اور کیسی خوشی ہے ۱۲

۶ میں چاروں طرف روشنی ہی روشنی دیکھتا ہوں۔ اور چاند سورج میں معمولی نور سے زیادہ نور پاتا ہوں ۱۲

۷ وہ پُر رونق مجلس کیسی مجلس ہوگی جس میں یار اور بھائی جمع ہوں گے ۱۲

كأنّ الناس حول العرس كانوا — نجوماً بينها قمرٌ منيرُ

وارجو حضرة الاصحاب فيه — بشوقٍ لا الى هوسٍ يصيرُ

فان يك فاتني ما كنت ارجو — اذاً قد فاتني خيرٌ كثيرُ

أُحِبُّ ولستُ اكذبُ عرسَ قومٍ — لهم ولعرسهم شانٌ كبيرُ

ابوه وجدّه وهلمّ جرّاً — سريٌّ او غنيٌّ او اميرُ

له في ذاته كرمٌ عميمٌ — كما في اسمه كرمٌ شهيرُ

فقرّت اعينُ الزوجين قرّاً — الى ما كان للدنيا قرورُ

وكان مباركاً لهما ازدواجٌ — بودٍّ لا يشين اخاه نفورُ

فباطنه كظاهره سرورٌ — وآخره كاوّله حبورُ

---

۱ گویا کہ لوگ دولہا کے گرد ستارے ہیں اور اُن کے بیچ میں چاند روشن ہے ۱۲

۲ میں وہاں یاروں میں شامل ہونے کی آرزو رکھتا ہوں۔ دلی شوق سے نہ جھوٹ موٹ ۱۲

۳ پھر اگر میری یہ آرزو پوری نہ ہوئی تو بڑی دولت میرے ہاتھ سے جاتی رہی ۱۲

۴ میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے اُن لوگوں کے دولہا سے محبت ہے جن کی اور جن کے دولہا کی بہت بڑی شان ہے ۱۲

۵ دولہا کے باپ اور دادا اوپر تک یا سردار تھے یا دولتمند یا حاکم ۱۲

۶ دولہا کی ذات میں بھی کرم عمیم ہے۔ جیسے کہ اُس کے نام میں مشہور کرم ہے ۱۲

۷ خدا کرے جب تک کہ دنیا قائم ہے۔ میاں اور بی بی دونوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں ۱۲

۸ اور دونوں کو یہ عقد خالص محبت کے ساتھ مبارک ہو ۱۲

۹ اِس عقد کا باطن مثل ظاہر کے بھلائی ہو اور اِس کا آخر اول کی طرح خوشی ہو ۱۲

ذیل کی ابیات دہلی کے احباب کو لاہور سے اُس وقت لکھکر بھیجی گئی تھیں جبکہ راقم دلّی سے بدلکر لاہور کے سررشتہ ترجمہ میں چلا گیا تھا اور دوستوں کی جدائی میں مغموم تھا

ا هَل مَن يُبَلِّغُ عَن مَحصُورِ لَاهُورِ ۔۔۔ عَن مُبتَلًى فِيهِ بَعدَ الكَورِ بِالحَورِ
۲ اِلٰى دِيَارٍ بِهَا سَلمٰى وَ اَهلُهَا ۔۔۔ اَن لَم يَكُن فِى زَمَانِ البَينِ مِن خَيرِ
۳ هَل فِيكُم مَن يُوَاسِى حَائِرًا اَسِفًا ۔۔۔ بِمَا مَضٰى مِن دَوَامِ القُربِ وَ الزَّورِ
۴ وَلَم يَزَل حَدَثَانُ الدَّهرِ يُزعِجُنِى ۔۔۔ يَومًا بِنَجدٍ وَيَومًا كُنتُ فِى غَورِ
۵ لٰكِنَّنِى رَاسِخٌ فِى حُبِّكُم قَدَمِى ۔۔۔ فَلَن اُحَوَّلَ عَن طَورٍ اِلٰى طَورِ
۶ اِنِّى اُحِبُّ وَاَهوٰى اَن اُلَاقِيَكُم ۔۔۔ وَاِن لَم يَكُن نَحوَكُم مَسعَاىَ اَو سَيرِى
۷ اِنِّى اَرَانِى وَقَد اُنضِيتُ مِن نَصَبٍ ۔۔۔ بِحَيثُ لَم اَبقَ اَن اَمتَازَ عَن غَيرِى
۸ وَاِذ رَاَيتُ قَضَاءَ اللّٰهِ مُحتَكِمًا ۔۔۔ رَاَيتُ نَفعِى طَوٰى فِيمَا يُرٰى ضَيرِى

---

۱ کون ہے جو پیغام پہنچائے لاہور میں گھرے ہوئے کی طرف سے جوکہ وہاں آکر آسائش کے بعد تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہے ۱۲
۲ اُس دیار میں جہاں سلمیٰ اور اسکے اہالی موالی رہتے ہیں یہ پیغام کہ جدائی کے زمانہ میں بھلائی بالکل نہ تھی ۱۲
۳ کوئی تم میں ایسا ہی کہ جو غمخواری کرے ایک حیرت زدہ کی جو گزشتہ صحبتوں اور ملاقاتوں پر افسوس کر رہا ہی ۱۲
۴ ہمیشہ زمانہ کے انقلاب مجھے بے آرام کرتے رہے ہیں۔ کبھی بلند جگہ اور کبھی پستی میں میری گزرتی رہی ہی ۱۲
۵ لیکن تمہاری محبت میں میرا قدم جما ہوا ہی۔ سو میں ایک حالت سے دوسری حالت بدلنے والا نہیں ہوں ۱۲
۶ میری خواہش اور میری آرزو یہ ہی کہ تم سے ملوں اگرچہ تمہاری طرف دوڑنا اور چلنا میرے اختیار میں نہیں ہی ۱۲
۷ میں جبکہ غم سے تحلیل ہو گیا ہوں اپنے تئیں ایسا پاتا ہوں کہ اپنے میں اور دوسرے میں تمیز نہیں کر سکتا ۱۲
۸ مگر جب میں نے حکم الٰہی کو سراسر حکمت سمجھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ میرے ضرر میں میرا نفع مضمر ہے ۱۲

لہ أرجو من الله بعد العسر ميسرة　　إما على مهلة ما أو على فور

ذیل کی نظم کارڈری صاحب کی شان میں اُسوقت لکھی گئی تھی جبکہ وہ لاہور میں قائم مقام ڈائرکٹر سرشتہ تعلیم تھے اور راقم سرشتہ ترجمہ میں کام کرتا تھا اور صاحب ممدوح سے ایک معاملہ میں سفارش کا خواستگار تھا۔

لہ لنا أسبابين عند خصاصة　　تكون بنا أن نلتجي بالقصائد

کہ فنثني على من كان يكفي أمورنا　　ولا سيما من كان أشعر ناقد

سہ وأنت الذي يحوي الفضائل جمة　　كما يحتوي الدأماء جم الفوائد

ھہ فتشنا تفتيش اللحاة عن العدى　　فلم نر شيئاً فيك غير المحامد

لہ لقد قلما وليت أمر جماعة　　فميزت منهم واحداً بعد واحد

ٹہ ومن ذا الذي يغريك ذرب لسانه　　فإنك لا تشري رضاك بكاسد

لہ اب میں خدا سے سختی کے بعد آسانی کی امید رکھتا ہوں خواہ کسیقدر دیر کے بعد اور خواہ جلدی ۱۲

کہ ہم ایشیا والے جب ہمیں کوئی حاجت پیش آتی ہے تو مدحیہ قصائد کی پناہ لیا کرتے ہیں ۱۲

سہ پس اس شخص کی تعریف کرتے ہیں جو ہماری کار برآری کرے خصوصاً ایسا شخص جو شاعر اور نقادِ سخن بھی ہو ۱۲

ھہ اور تو وہ شخص ہے کہ تجھ میں بہت سے فضائل جمع ہیں جیسے کہ دریا میں بہت سے فوائد جمع ہوتے ہیں ۱۲

ھہ ہم نے تیری اس طرح چھان بین کی جیسے نکتہ چیں اعدا کی کرتے ہیں مگر ہم نے تجھمیں کوئی شئے خوبیوں کے سوا ۱۲

لہ تھوڑے ہی دن ہوئے کہ تو ایک محکمہ کا افسر بنایا گیا ہے سو تو نے اسمیں ایک ایک کو اچھی طرح پرکھ لیا ۱۲

ٹہ وہ کون شخص ہے جسکی چرب زبانی تجھکو دھوکا دے سکے۔ کیونکہ تیری پسند نکمے کو نہیں قبول کر سکتی ۱۲

سلہ یہ وہی کارڈری صاحب ہیں جو آخر کو ٹیوٹ (؟) مقرر ہو کر حیدرآباد گئے اور کئی سال وہاں رزیڈنٹ رہے ۱۲

ولم یُنسك الغیّاب عنك مغیبهم ۵۱ فعندك حقّ الغائبین كشاهد

أتیت ببدعٍ لم یجئ قبل واحدٌ ۵۲ الیه سبیلاً من ذكیّ وخامل

كشفت غطاءً عن خبیّات هومرٍ ۵۳ كما یكشف الصبح الدجی عن مراقد

وهل بعد هذا الفضل للمرء حاجةٌ ۵۴ الی غیره من بیّنات الشواهد

مدحتك حقّاً غیر مطرٍ مبالغٍ ۵۵ وشانك عندی فوق تلك المحامد

مبارک باد شادی کتخدائی جناب مرزا ثریا جاہ صاحب گورگانی خلف اوسط جناب مرزا ہدایت افزا المعروف بہ مرزا الٰہی بخش مرحوم جو میرے عزیز دوست مولوی مرزا اشرف بیگ مرحوم کی فرمایش سے لکھی گئی تھی

أبیت اللعن ۱ نخبة آل قومٍ ۵۶ الیهم ینتهی كلّ المعالی

---

۵۱ تجھکو غائبین کا نظر سے اوجھل ہونا بھلا نہیں سکتا۔ تیرے نزدیک غائب و حاضر میں کچھ فرق نہیں ۱۲

۵۲ تو نے ایک ایسا نادر کام کیا ہے کہ تجھ سے پہلے کسی ذکی یا غبی کو اُس کا رستہ نہیں ملا ۱۲

۵۳ تو نے ہومر کی نظم کی مشکلات کا پردہ اس طرح اٹھا دیا ہے جیسے صبح خوابگاہوں سے اندھیرا زائل کر دیتی ہے ۱۲

۵۴ کیا اس فضیلت کے بعد آدمی کو کسی اور روشن تر شہادت کی حاجت باقی رہتی ہے؟ ۱۲

۵۵ میں نے تمہاری تعریف سچ سچ بغیر مبالغہ کے کی ہے۔ مگر میرے نزدیک تمہاری شان اس تعریف سے بالاتر ہے ۱۲

۵۶ تو لعنت سے محفوظ رہیو۔ اے اُن لوگوں کی اولاد کے انتخاب جن کی طرف تمام برائیاں منتہی ہوتی ہیں ۱۲

سہ ۱ کارڈرہی صاحب نے یونان کے مشہور شاعر ہومر کی کتاب منظم یعنی اِلیڈ کا ترجمہ یونانی سے انگریزی نظم میں کر کے انگلستان میں بڑی شہرت حاصل کی ہے۔ یہ اُسی ترجمہ کی طرف اشارہ ہے ۱۲ حالی سہ ۱ عرب زمانۂ جاہلیت میں سلاطین و ملوک سے خطاب کرتے وقت یہ جملہ بطور تحیت و دعا کے بولا کرتے تھے اس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ تو لعن ملامت سے ہمیشہ بچا رہیو ۱۲

لهم بين الورىٰ ذكرٌ رفيعٌ ۱ — وشانٌ في ملوك الدهر عالِ

وانك انت يا من طاب نفسًا ۲ — لهم خير الجدود لخير آلِ

خطبت كريمةً من طيبات ۳ — اولات الفضل خيرة الفعالِ

فيا للمنتدىٰ خير التوادي ۴ — به حققت موالات الموالي

ويا للعرس من فحلٍ كريمٍ ۵ — اثيل المجد محمود الخصالِ

يجود بما يضنّ ولا يباهي ۶ — ويفعل ما يشاء ولا يبالي

يجيب السائلين بغير مكثٍ ۷ — ويعطي العائلين بلا سؤالِ

وان يك اصغر الاقران سنًّا ۸ — فاكبرهم بلوغًا في الكمالِ

فبورك فيه ما دام الثريا ۹ — وما انسلخ النهار من الليالي

---

۱ جن کا نام دنیا میں بلند ہے اور جن کی شان شاہانِ عالم میں عالی ہے ۱۲

۲ اور تو اے پاک نفس! اُن اچھے آبا و اجداد کی اچھی اولاد ہے ۱۲

۳ تو نے ستھرائی اور بڑائی والیوں اور پسندیدہ خصال مستورات میں سے ایک عالی خاندان لڑکی سے شادی کی ہے ۱۲

۴ پس وہ کیسی شاندار محفل ہوگی۔ جہاں دوستوں میں محبت متحقق ہوتی ہے ۱۲

۵ اور کیسا شاندار دولہا ہے۔ جوانمرد سخی۔ خاندانی بزرگی والا اور پسندیدہ خصلت والا ۱۲

۶ وہ دیتا ہے جو چیز نہیں دیجاتی اور فخر نہیں کرتا۔ اور کر بیٹھتا ہے جو چاہتا ہے اور کچھ پروا نہیں کرتا ۱۲

۷ مانگنے والوں کی بلا توقف سنتا ہے اور محتاجوں کو بغیر مانگے دیتا ہے ۱۲

۸ اگرچہ عمر میں ہمچشموں سے چھوٹا ہے۔ مگر کاملیت کی حد کو پہنچنے میں سب سے بڑا ہے ۱۲

۹ پس برکت دیا جاوے جب تک کہ آسمان پر ثریا ہے اور جبتک کہ راتوں سے دن برآمد ہوتے رہیں ۱۲

قصیدۂ بائیہ

در شان حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہ کہ ہنگام اقامت آنجناب در مدینہ منورہ از ہند بخدمت بابرکت ایشان فرستادہ شدہ بود و از آنجا اطلاع رسیدن آں ابیات حضرت ایشان بدستخط خاص در عبارت مندرجہ ذیل دادہ بودند

بسم الله الرحمن الرحيم — من عبد الغنی ابن ابی سعید الی الفاضل النبیل والادیب الجلیل المولوی الطاف حسین — السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته .. وصل مکتوبکم الشریف مع القصیدة الی العبد الضعیف مع فصاحته وبلاغته لا یخلو عن الشین من جهة المدح ه لا عیب فیهم غیر ان سیوفهم ٭ بهن فلول من قراع الکتائب ٭ واستحسنها بعض ادباء المدینة المنورة لما فیه من البراعة والفصاحة الله یجازیکم ذلک وینفعکم باعلی منایا ومآرب بجاه صاحب الشفاعة الکبری سیدنا محمد وآله واصحابه فلک السعادة ونجوم الهدایة بلاریب وخلل - والسلام ::

هَوَی الحُورِ بَلْوَی کُلِّ حِبْرٍ وَنَادِبٍ ‌ ‌ ‌ وفتنةُ قِسِّیسٍ وَزَلَّةُ رَاهِبٍ

وهنّ لمنصورٍ وفتحٌ لخاذلٍ ‌ ‌ ‌ وعزٌّ لمغلوبٍ وذلٌّ لغالبٍ

وما من نساء الحيّ للعزّ مخلصٌ ‌ ‌ ‌ بَلَیْهِنّ قد استأسرن اهل التجاربِ

ولیس بداءٍ کادَ یُشفی سقیمه ‌ ‌ ‌ صَبَابةُ قلبی بالعذاری الکواعبِ

قد اختطفت لُبّی وَرُوعی صلیحةٌ ‌ ‌ ‌ بلطفٍ مُدارٍ لا بعبسٍ مُعاتبِ

معطلة الآراء من غیر رُقیةٍ ‌ ‌ ‌ مُقَتِّلَةُ الاحشاء لا بالمضاربِ

وصاحبة العشاق لا فی مکارةٍ ‌ ‌ ‌ وکاذبة المیثاق لا بالمراقبِ

لفی نظرةٍ منها وغمزٍ ولمحةٍ ‌ ‌ ‌ بلاءٌ لذی وَرَعٍ الی الله تائبِ

وکم من حیاءٍ دُونها وتَصَعُّبٍ ‌ ‌ ‌ وحصنٍ من التقوی وخوف العواقبِ

عَجِبْنَا لها قد خرّ موسی صَعِقَه ‌ ‌ ‌ ولکن رأینا عند کشف الجلاببِ

ذهبنا لنلهيها بنا عن مشاغلٍ — فجاءت والهتنى عن الاشتغال بى

اشدّ بلاءً وصلها من فراقها — اذا كان عند الوصل خوف المراقب

اُراقب وقت الوصل من غير موعدٍ — اصدّق فى اقدامها قول كاذب

اليلاى ما اغناكِ عن شان مولعٍ — له انتِ فى دنياه قصوى المآرب

تناسيت فى ذكراكِ علماً وحكمةً — لانضيتُ اياماً اليها ركائبى

ذهبتِ بصبرى يوم اقمتِ فى الحمى — نزلتِ وما انزلتِ حمل المراكب

شغلتِ بلحظٍ قلبنا عن مشاغلٍ — صرفتِ برمزٍ قصدنا عن رغائب

يُغشّى على ابصارنا منكِ جلوةٌ — كانكِ فى الاستار من غير حاجب

عتابكِ حلوٌ فى المذاق فعاتبى — وضربكِ حتى للرقاب فضاربى

وودّ ولىُّ قلب العاذلين بنظرةٍ — لكِ الدّينُ عند العاشقين فطالبى

اَحِبّةَ لا تُشكُوا[1] حزيناً فربّما — تُهيّجُ للاصحاب رنّةُ صاحبٍ

ذرونى وقلبى بالرزايا فانه — مصائبُ اُخرى ذكر تلك المصائب

لقد قلّ عونى فى اُخٍ كثيرةٍ — كانى غريبٌ بين خلٍّ وقارب

ولى من موالٍ انّما انا بينهم — بمنزلة الكرار بين النواصب

وفيما الى سلمى وصولى فاننى — ضللتُ سبيلى فى ضياء الكواكب

لاصبحَ يوم البين كالليل مظلماً — كانّ صباحى قطعةٌ من غياهب

كما اظلم الدّهلى بتغريب كوكبٍ — مُضيئٍ على عُربٍ عن الهند عازبٍ

عروفٍ غزير العلم هادٍ ومرشدٍ — جليل المساعى مستفيض المناقب

صبورٍ على البلوى شكورٍ على اللُّهى — نفورٍ من الدنيا الى الحقّ راغب

[1] لا تشکوا من الاشکاء بشکوه آوردن ۱۲

من ادرکمالٍ سفتدی کل کاملٍ | محیطٍ بحالٍ منتہی کل طالب
اذا ما قضٰی عدلٍ صدوق اذا روٰی | مصیب اذا افتی اذا قال صائب
وحید الورٰی عبد الغنی الذی لہٗ | اوائل مرأۃٌ لکشف العواقب
یقوم غنیٌّ جالس الشیخ ساعۃً | بقلبٍ ذکیٍّ مطمئنٍّ مراقب
وترجع رجعًا قہقریٰ دون بابہٖ | ضلالۃ ضلّیلٍ وخیبۃ خائب
لیعلم علم الناس بالشمس فی الضحٰی | باسرار موجودٍ واحوال غائب
بدایتہٗ اقصٰی نہایات منتہٍ | نہایتہٗ قصوٰی عنایات واہب
مہابتہٗ فی نفس الفٍ وو امقٍ | ارادتہ فی قلب عادٍ وجانب
ہو السابق الغایات من صاعدی العلٰی | الی رجلہم لا ینتہی سیر راکب
کراماتہم مشہورۃٌ فی مشارقٍ | مقاماتہم مذکورۃٌ فی مغارب
لاوضح برہانٍ علٰی اختصاصہم | بموہبۃ الرحمٰن خیر المواہب
صیانتہم من کل طاغٍ وعاندٍ | اذا غلبوا فی الہند کل اغالب
وممن یصدون السبیل اَمامہم | وکم خلفہم اذ ہاجروا من معاقب
فلما احیطوا انما کان حولہم | نصال العوالی او ذباب القواضب
ولما اتٰی نصرٌ من اللہ بغتۃً | لقد سابقوہم معجزی کل ناہب
تاثرہ شرعٌ غضیبًا وفاطنًا | فیا عجبا من رائجات الجلائب
ولم یروحتّٰی اجتاز ابارقومہٖ | فقد ورد الینبوع اصل المشارب

لہ اشارۃ الی ما نقل عن بعض الثقات ان الشیخ الممدوح رای لیلۃً سید الطائفۃ خواجہ بہاء الدین النقشبند فی المنام فبایعہ بلا واسطۃٍ بعد ما بایع شیوخ عصرہٖ مع اقرانہ واللہ اعلم ۱۲ حالی

مدحنا بما اختص الولی من مراتب — وفی الشیخ شأن فوق تلک المراتب
سینفد دون الابتداء بوصفه — اقاویل وصاف واوصاف کاتب

مبارکباد خطاب شمس العلما بجناب مولانا شبلی نعمانی کہ در علیگڈھ نوشتہ شد

یا وحیدا من الکرام فریدا — وعزیزا لمثلی علق نفیس
انت اولی بان تلقب شمسا — بل بان یجعلوک شمس الشموس
انت شمس الهدی ولست بشمس — یعتریها الخنوس بعد الخنوس
انت طهرت ذیل دین مبین — لوثته اللئام بالتدلیس
ثم دافعت عن امام تقی — کان بعد النبی خیر رئیس
وعن الحق قد کشفت غطاء — بعدما اغلقوه بالتلبیس
سرت فی الارض انت برا وبحرا — للمعالی ولا لامر خسیس
قلدوک التزام مدرس قوم — فیه یرجی لهم کمال النفوس
فتقلدت والتزمت لزوما — خدمة المسلمین بالتدریس
قمت بالدرس والدراسة فیهم — فارغا عن ریاسة ورئیس
وجعلت الکمال غایة همم — واتخذت الکتاب خیر جلیس
فعلی القوم لا محالة حق — کلهم من وجوههم ورؤس
صانک الله عن مکارة حتی — صرت کالقلب منا فی الخمیس

نثرِ عربی

ضراعت نامہ موسومہ اعلیٰ حضرت مولانا و مقتدانا شاہ عبد الغنی قدس سرہٗ کہ با قصیدۂ بائیہ در مدینۂ منورہ ارسال داشتہ بود

هذه نبذ كلمات عديدة وعدة ابيات غير سديدة يتوسل بها العبد الذليل الصغر ليدين الملتزم بالشر والشين المتشبث بالطاف حسين كان الله له ولوالديه في النشأتين الى المولى الجليل والشيخ النبيل مالك ازمّة الاستكمال و التكميل الهادي الى سواء السبيل قدوة السالكين زبدة العارفين رأس الفقهاء والمحدثين قطب الملة والارشاد قبلة الابدال والاوتاد صدر الشريعة الغراء عماد الملة البيضاء ومظهر الانابة والاجتباء اوجه العلماء الاعلام مجاور حرم خير الانام وارث علم النبي مولانا ومرشدنا شاه عبد الغني المجددي النقشبندي الهندي المدني لازال ظل فيضه ممدودًا وقرع بابه مقصودًا سمعت يامولاي ان اعرابيًا جاء الى هارون الرشيد بماء كدر مِلحٍ اُجاجٍ كان يظن الماء احلى من شرب النبات واصفى من ماء الفرات تقرب به الى الخليفة وجعل هدية له فدخل المجلس وعرضه عليه فاذا هو ماء مُنتِن الريح مُرّ الطعم كدر اللون فتفرس هارون واطلع على داخلة امره وعلم ان الماء وان يك ملحًا في نفسه ولكنه حلو في مذاق الاعرابي فمنع القوم عن هتك ستره وافشاء امره لكي لا ياخذه الندم فيرجع خائبًا اسفًا وامر بعطية جليلة له واخرجه على الحال من بغداد مخافة ان

يقيم بها او يشرب من ماء دجلة فيجد حلاوةً فى ذوقه ولطافةً فى طعمه فيستحيى استحياء النادم ويوض ببنان السادم فكذلك ارجوانا ايضا يا شيخ يا مولائ ان تنظر الى ما ارسلت اليكم من كلام هجين وقول غير متين نظرةً بالقبول فاذن يعود ما فيه من الخطاء صوابًا و من النقص تمامًا فانت من رجال اذا مرّوا باللغو مرّوا كرامًا و ان تدعو لى بدعوة تكشف عنى الغمّة و تذكّى بصرف الهمّة و بذل النهمة مستعينًا بجناب سيد المرسلين و متمسكًا بذيل رحمة العلمين فداه امى و ابى صلوة الله و سلام و اله و اصحابه اجمعين فاننى قد هلكت نفسى لاهواء و احاط بشراشر قلبى بلاء الاخلاق من السداد ولا سبيل الى الرشاد قد اخترت على الاجل عاجلًا والعجب فان العاجل ايضا كالاجل مفقود رضيت من الجليل بحقير و الحقير ايضا ليس بموجود فيا اسفى قد وقعت سهامى كلها عن هدف المقصود و بقيت صفر الكف فى الدنيا والاخرة ؛

كيف الوصول الى معاد و دونها		قلل الجبال و دونهن حتوف
والرجل حافيةٌ و ما لى مركبٌ		والكف صفرٌ والطريق مخوف

فها انت يا شيخ يا يها العزيز مسّنا و اهلنا الضر و جئنا ببضاعة مزجاة فاوف لنا الكيل و تصدق علينا ان الله يجزى المتصدقين و سلامٌ على عباده الذين اصطفى من مجاورى حرم المصطفى صلى الله عليه و اله و سلم

دوسرا خط جناب محمد [illegible] کے نام جس میں پہلے خط اور قصیدے کی رسید کا شکریہ ادا کیا گیا

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا و نبينا محمد و اله و صحبه اجمعين و بعد فيا ايها الشيخ يا مولاى سلامٌ عليكم ازكى سلام ثم سلامٌ عليكم الف الف سلام

قد بلغنی منکم ما کنت ارجوا من بشارة القول واجابة المامول فشکوا لکم بعد شکر علی ما ادرکتمونی وتدارکتم بالی من محاسبة الساعات ومراقبة الاوقات تالله لقد قرت من الآمال بما لا یرجی ونلت بموهبة منکم حظی ومن مثلکم شیء یسیر کم فیه من خیر کثیر فانکم الیوم منتهی قصدی وقصارای امل لکل قریب وبعید شقی وسعید وانتم بارض ترابها شفاء الاسقام ومقام کریم لا یحله الا الکرام وانا العبد الذلیل الملتزم بالشرع الشین المدعو بالطاف الحسین تجاوز الله عما جنت یدی وغفر الله لی ولوالدی وسلام علی عباده الذین اصطفی من مجاوری حرم المصطفی صلی الله علیه وآله وسلم ؂

مکتوب بنام مرزا اشرف بیگ مرحوم دہلوی از لاہور

سلام علیکم سلام غریب بعید الدار مهجور الاوطان والاوکار طویل اللیل عبوس النهار قد حل ارضا لا انیس بها ولا اصاحب وضاقت علیه بما رحبت فاعیت به المذاهب لا یتمکن من عزمه فیمضی قصده ولا یقدر علی نفسه فیری رشده قد ترکته غرضا لسهام الایام ودریة لطعان الاحزان والاسقام وحیدا طریدا بائنا بعیدا حزینا کئیبا قلقا مکروبا ولکنه مع ما به من الهم والشجی والحزن والاسی وکآبة الفراق وحرارة المشتاق ولوعة قلبه ولعوة حبه وشتیت باله وجزعه وبلباله لا یکاد یشغله عنکم شاغل ولا یحول بینه وبینکم حائل ۔ وقد القی ذکرکم بین عینیه لیأنس به ویسکن الیه وکلما یبلغه کتاب او تهب ریح خطاب من عند احد من الاحباب تهیج له شوقا الی شوق ویجشمه من الهوی ما لا یسعه الطوق فالحمد لله حمد الصابرین الراضین بقضائه کلما قضی للراجین رحمته

عند كل كربة ويوسى على ما قد قيل ؎

ارى الصبر محمودًا وعنه مذاهب — فكيف اذا ما لم يكن عنه مذهب

هو المهرب المنجي لمن احدقت به — نوائب دهر ليس منهن مهرب

فارجو منكم يا معاشر الخلان وخلص الاخوان ان لا تنسوا ما انعم الله عليكم من قرة اعينكم وسكينة قلوبكم في محادثة الاحباب سرًا وجهارًا ومفاكهة الاتراب ليلًا ونهارًا وان تجعلوا شكر تلك النعمة ذكرنا ومواساتنا وتذكروا ما فاتنا من اخضر عيشنا واطيب حياتنا فلا يشغلكم شانكم عن شاننا ولا يبعدكم بعد مكاننا و من شملكم نظرة الينا ولو كانت بعد زمان يروى غليل القلب اللهبان واما ما بلغني اليوم بعد دهر طويل من كتابكم الجزيل وامركم الجليل فقد سرني اشد سرور وصنع بي ما يصنع لقاء المحبوب بالمحبوب وستجدون جوابه ان شاء الله رديف هذا الكتاب مندرجا في كتابكم المطاب واما ما سألتم عن بعض اعمال المدارس فقد سألتم عن طلل دائر ورسم دارس والسلام عليكم وعلى من يحبنا ويحبه ممن لديكم وممن حواليكم

كتابة اخرى

سلام عليكم اعلى سلام من قبل الغريب المستهام وبعد فهذا جواب ما بلغني من كتابكم المتين وخطابكم الرزين في لسان عربي مبين فوقع عندي موقعا حسنًا وسررت به اشد سرور ولكنه قد وقع في اسلوبه نحو من التكلف الغير المعتاد [1]

[1] اس خط کا آخری حصہ تلف ہو گیا۔ اسلئے ناتمام حالت ہی میں چھپوا دیا گیا ہے ۱۲ حالی

فوالذی نفسی بیده ما منعنی منه الا انه کان الزمان زمان الفتنة والبلاء والمرض والوباء قد انزوت العافیة فی الزوایا واحدقت بالبلد انواع البلایا وکان الناس بین صرعی وقتلی فمنهم من لسعته الحمی ولدغه الصداع ومنهم من قتلته الهیضة بذات الشفرتین من سیف الاسهال والهواع وکان الجدری العام مزیدا علی ذلک ابتلیت به صغارهم وکبارهم وذکورهم واناثهم فهلک من هلک ونجا من نجا واما الباقون وانا منهم وقلیل ماهم فکانوا بین الخائفین والراجین الذین یاتیهم الموت من کل مکان وما هم بمیتین ولم یزل کان الامر کذلک حتی صار الموت والحیوة کفرسی رهان یسبق هذه تارة وتلک اخری ٭

کتابة اخری ارسلت بعد معاودة من حیدرآباد الی الوزیر الجناب النواب عماد الملک الشهیر بمولوی سید حسین البلگرامی احد ارکان الدولة العالیة

اقمت معتصما شهرا وایاما — بحبل رافتکم فی حیدرآباده
فهذا دعاء وتذکار لنعمتکم — وشکر لاحسانکم یا سید الساده
ولست بناس طول عمری صنیعکم — کذا جرت باذکار النعم العاده

وبعد فقد وصلت یا سیدی فی ۳ نومبر یوم الثلثاء بنعمة الله وحسن توفیقه من بمبئی الی دهلی سالما وغانما وکنت فی بمبئی نزیلا فی منزل صاحبکم الجلیل المبجل الممتاز عن الاقران فی المعمورة بالسیر العادلة والاخلاق المرضیة السید غلام حسین

المتنزّة عن كل شيئٍ الذى فى زورته سكينة للقلب وقريرة للعين ستين ساعة فعاملنى هذا الفتى معاملةً لاتكاد تقع بين الاجانب بل عاشرنى معاشرة الاصحاب بالاصحاب ورافقنى مرافقة الخلّان بالخلّان واراني من خصائص المعمورة وعجائبها ومراسيها ومراكبها فوق ماكنتُ ارجو ان اراها وله غير ذلك من الصنائع التى صنع بنا مالا يوصف باللسان ولا يفيه اللفظ البيان فياليت شعرى ءَاشكركم اياكم على ما هديتمونى منزلَ الرجل النبيل ودللتمونى على سواء السبيل الى خوانِ الخليل ام احمد الرجل على ما اكرمنى واحسن مثوى واعاننى على ما كنت بصدده من اطلاع احوال المعمورة وبالغ فى حسن الاضافة والقرى ولم يأذن لى بالرحلة من بمبئى الا كرهاً فوالله لئن كان الاسمٰعيليون كلهم متخلقين باخلاق اخيهم هذا جزمت بانّ الناجية من الفرق الاسلامية هى الفرقة الاسمٰعيلية لاغير ثم ان الرجل كان يقول مشتكياً عن جنابكم الرفيع انكم لم تكتبوا كتاباً منذ زمانٍ طويل ولم تطالعونه على احوالكم ولم تسألوا عنه وعن احواله وامرنى ان اخبركم بذلك واسالكم ان تداركوا ما فاتكم وما على الا البلاغ ۔

كتابة اخرى الى مدير الجريدة العربية المسماة بالنحلة الادبية فى لندن

قد اسلة القس الجليل قد وصلنى من اول تموز الى آخر تشرين الثانى ثلثة اعداد من جريدتكم الفريدة المسماة بالنحلة الادبية التى تلوح آثار قبول العالمين من غرتها البيضاء فتمتعت بما فيها من سوانح الاخبار وبدائع الافكار وفوائد اخرى يعجز عن حصرها

لسان الاظهار فبعد هذا انشکر غاية التشکر على يا احسنتم الى مثل هذا المسکين
بارسال الجريدة اقول انى مع بالى من شدة الولع وغاية الحرص على مطالعة
النحلة لا استطيع ان اشترك فيها وان مثلى فى الباب کمثل ظمان على راس بئرٍ
ماله دلوٌ ولا سببٌ يتوصل به الى الماء ولا قلبٌ يصبرُ على العطش ولکنى
اتعهد ان شاء الله بالسعى المقدور فى نشر نفحات النحلة و برکاتها بين ابناء الوطن
ومن الاخوان والخلان وغيرهم من رؤساء ادارات التعليم الذين يعرفوننى
ولو بادنى معرفة واما اغنياء هذه الصفحات من الملوك والامراء والاکابر
فليسوا فى شئٍ من ذوق العلم ومطالعة الجرنالات وتفحص الاخبار وذلك السعى
الذى تعهدتُ به لا يکون منّى على شرط عوضٍ من جنابکم بل يکون لمحض
اشاعة الخير والبرکة بين الناس ولما يقتضيه الاخوة الانسانيّة من التعاون
والتعاضد هذا وان کنتم تمنّون بعد ذلك بارسال الجريدة فلا يسعنى الا تيان
بغير التشکر على هذا الامتنان باللسان والجنان الا انه فى عزم هذا النحيف على
تقدير وصول النحله فيما بعد ان ابلّغ فى کل شهرين او اکثر مرة واحدة بعض الحوادث
المهمة الواقعة بهذه الاقطار الى حضرتکم بمثل هذه العربية المستهجنة التى لا تکاد
تقع عند اهل اللسان موقعًا حسنًا او باحدى اللغتين من الفارسيّه والهنديّه
ان لم يکن على خلاف شرط النحلة ثم لى فى خصوص امر الجريدة کلامٌ اخر لابد ان
ابوح به فى حضرتکم وهو انّ ترجمتها بالانکلزيّة ان کانت مطابقة بکل لفظٍ لفظٍ
من العربية بحيث لا يبقى لغةٌ من اللغات المؤلدة او المعربته مجهولة غير مفسّرة
لکان اقرب الى فهم اهل الهند واوقع فى قلوبهم فان اللغات المتداولة بين ايديهم

من الصراح والقاموس وغیرهما لیست بکافلة لجمیع ما فی العربیة الحالیة من الالفاظ القدیمة والحدیثة وطیّ هذه الصحیفة رقیمة اخریٰ بالانکلیزیة ارجو ان یکون النظر فیهما منتجاً لبعض النتائج الحسنة والسلام خیر ختام

صورة ما قرظت علی المنظومات الضیائیة التی اکثرها بالعربیة ومنها بالفارسیة والهندیة

الحمد لله الذی حبّب الیّ کلام الخطباء والشعراء وشرّبنی فی قلبی حلاوة النظم وذوق الانشاء فلا ارغب الا فیه ومن یرغب عنه الا السفیه فسبحان من انعم علیّ بالنعم التی لا تحصیٰ ثم اختصنی منها بتلک الموهبة الکبریٰ ومن ههنا فلیعلم انی لا یسعنی السکوت عن مدح ما یقع عندی موقعاً حسناً من نظم بهیٍّ او نثر شهیٍّ او بیان رائقٍ او کلام فائقٍ واما ان اتکلّف فی مدح او اعتسف فی قدح او ابالغ فی الازراء او اجنح الی الاطراء فلا یتأتّیٰ منی ابداً ولا افعله سهواً او عمداً ولذلک ارجو من الله المستعان ان اکون فیما اصف مشهوداً لی بالصدق والصواب حتیٰ لا یرونی الا الناطق بالحق من غیر شک ولا ارتیاب

وبعد فلما وصلت من دهلی الی لاهور مستعیناً بالله من الحور بعد الکور وقد کنت اذ لا اعرف احداً ولا یعرفنی احد من اهل ذلک البلد اوصلنی قائد التوفیق الی خیر منزلٍ بخیر منازلٍ من السادة الکرام والشیوخ العظام صدر المحاضر والنوادی سیدی ومستندی خواجه ضیاء الدین الجهان آبادی

یعنی سید خواجہ ضیاء الدین مرحوم دہلوی کی نظمیں جنکے بعض کا ذکر ہیں ۔ حالی

لازال مصوناً عن كل داهية وفاقرة وما فاته حسنةٌ من حسنات الدنيا و
الآخرة فكنت نزيلاً عنده الى ثلثة اشهر او اكثر فكان ما دمتُ فى بيته يعمل لى
كل صنيعةٍ ويصنع الى كل معروفٍ ويؤثرنى ويؤاسينى ويكرمنى ويداريني
وله عندى غير ذلك من الصنائع ما لا يسعه البيان ومن الايادى ما لا يوصف باللسان
وهذا الذى ذكرتُ من حسن الاضافة والقِرى فليس فى عدادٍ من فضائله التى
لا تحصى منها ان له يداً فى النظم طولى وقسطاً من النثر اوفى فى الْسِنةٍ مختلفة
ولغاتٍ شتّى فتارةً يسجع سجع الخطباء من العرب العرباء واُخرى ينشد تشبيب
الفرس من مُفلقى الشعراء وسحرة البلغاء واما الاردو فمثله كمثل دابّةٍ هو
آخذٌ بناصيتها تتصرف حيث شاء ومما يشهد لى بصدق ما ادّعيتُ له هو هذه
الصحيفة المُنيفة التى فيها انموذج كلٍّ من تلك الالسن الثلثة فى بيانٍ رشيقٍ
ولفظٍ انيقٍ لهذا المصقع الطليق والمنطيق الذليق فيالها من وجيزٍ جامعٍ بين
كلام العرب والعجم فيه النسيب وفيه الوعظ والحكم يُرغَبُ اليه لطلاوة لفظه
ويُتنافس فيه لحلاوة نظمه كانها روضةٌ تعجب الانظار بنضرتها او جنّةٌ تشخص
اليها الابصار لبهجتها او دوحةٌ مثمرةٌ او سحابةٌ ممطرةٌ او حديقةٌ دهماء
او عشيقةٌ حسناء او عينٌ من ماءٍ معينٍ او منظرٌ لحورٍ عينٍ وله سوى ذلك
من المصنّفات ما فيه قرّة اعينٍ لكل ناظر وغُنيةٌ لكل بادٍ وحاضرٍ فلا زال
مُفيضاً على المستفيضين ومُعاذاً الطالبين وآخر دعوانا ان الحمد لله رب
العلمين ٥

خطبة يوم الجمعة

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي خلق الخلق فسوّاه واصطفى الانسان على الاكوان فاكرمه
واحسن مثواه ونصره وكفاه وامره ونهاه فمنه من اناب اليه و
اعتصم به ولم يعبد الا اياه ومنه من اقتفى اثر النفس واخلد اخلدها و
اتخذ الٰهه هواه والصلوٰة والسلام على النبي المنيب الاواه المتبتل
الى الله عما سواه الذي وجده يتيما فاواه وعائلا فاغناه ومن كل
شيء اعطاه واجتباه وهداه وعلى من اتبع هديه وقفاه واعلى كلمة
الحق وحماه واتقى الله حق تقاته وملك نفسه وهواه ولعل فيا ايها
الانسان اغرك بربك الكريم وما حملك على التاخير وما ولاك عن النهج
القويم وما الهاك عن النعيم المقيم حيوتك الدنيا فانية وانت
ترجو انها باقية ومتاعها شيء يسير ولست تعلم انه فيه خير كثير
قد استهلكت في الشهوات ونسيت هادم اللذات وتناهيت في الملاهي
وما انتهيت عن المناهي كم امرت بمعروف فعصيت وكم دعيت الى الخير
فتوليت جمعت من الدرهم والدينار الافا واضعافا وما رأيت في نفقة
لوجه الله اسرافا واتلافا منتهى قصدك تجسس عيوب الاخوان وجل
صناعتك ثلب استار الجيران ساء ظنك بالخيار وحسن لديك مقام
الاشرار يتبع وسواس الاغلاف ويعيب صلحاء الخلاف طال قيامك

فی طلب المال وانت تارکه بعد حین ولا تزال تعودک عن الاعمال حتی یاتیک
الیقین فویلک قد طلبت متروکا وترکت مطلوبا واقتضیت خوبا وما
قضیت مکتوبا وشریت بالحقیر جزیلا وبالرخیص جلیلا وحملت خفیفا
ونبذت ثقیلا واخذت من الصفو کدرا واخترت علی الخیر شرا و
استبدلت الذی هو ادنی بالذی هو اعلی واشتغلت عن الآخرة بالاولی
الله الله الام تمهلک فی الخیرات وتمایلک عن الحسنات واقبالک علی
المهلکات ومسابقتک بالسیئات طلق الدنیا ثلاثا وفارق اهلها و
ات لک علی غاربها حبلها وتب الی الله قبل ان تموت وادرک الفراغ قبل
ان یفوت واستعن بوجدک قبل عدمک واغتنم شبابک قبل هرمک
والزم بالعمل فکم من عمل یسیر خیر من علم غزیر وواظب علی الندامة
فندم منک ساعة خیر من کثیر طاعة تصدق من غیر من واذی و
انفق مما تحب وترضی ان جئت بحسنة فاستقم ولا تغترر فبالاستقامة
عبرة لعمل العاملین وانما الاغترار من همزات الشیاطین وان اقترفت
سیئة فاعترف ولا تیاس فان الاعتراف یهدم ما یقترفون . ولا یایس
من روح الله الا القوم الکافرون ان بلیت فاصطبر فان الصبر اسی تتلوه
الفرج ودجی تؤذن بالبلج وثقل یخفف الاثقال وداء یذهب لعضال
وان اعطیت فتشکر فان الشکر سبب لمزید الانعام وبعث للمنعم علی الاکرام
وجالب للارزاق وذاهب بالاملاق . واضرب فی الارض بطلب العلم
غیر باغ وجاهد فجاهد وباعد ثم باعد واجهد جهدک فی اخذه

مِنْ كُلِّ قَارِبٍ دَبَاعِدٍ وَتَمَتَّعَ بِمَا فِيْهِ مِنَ الْاَبَاعِدِ فَاِنَّهُ اَوْجَبُ لِلْحَامِدِ
وَاَصْلَحُ لِلْمَفَاسِدِ وَاَوْصَلُ اِلَى الْمَقَاصِدِ وَلِذَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقِيْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ وَاِذَا سَمِعْتَ هٰذَا
فَاِيَّاكَ وَالْاِضَاعَةَ وَعَلَيْكَ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَاِنَّ الْفَتٰى مَنْ عَلِمَ فَعَمِلَ
وَسَمِعَ فَقَبِلَ وَذُكِّرَ فَاعْتَبَرَ وَاُمِرَ فَائْتَمَرَ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ وَسُبْحَانَ رَبِّكَ
رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [۵]

گلستانِ سعدیؒ کی حکایت کا ترجمہ

حُكِيَ اَنَّ بَعْضَ صُلَحَاءِ لُبْنَانَ مِمَّنِ اشْتَهَرَتْ مَقَامَاتُهُمْ وَانْتَشَرَتْ كَرَامَاتُهُمْ جَاءَ اِلٰى
دمشق فنزل بماء الكلاسة يريد ان يتطهر اِذْ زَلَّ قدمه فوقع في الحوض ثم خرج
بعد ما ادركه الغرق وقام الى الصلوة وصلى بهم فلما فرغوا قال له بعض اصحابه ما لك
يا شيخ اني رايتك يوما في بحر المغرب كنت تمشي على الماء وما ابتل منك قدمٌ واما
اليوم فقد اشرفت على الهلاك في قليل من الماء ولو لا رهطٌ من الحيوة لغرقت
فشتان بين هذا وذاك فاطرق رأسه واكثر في التامل ثم قال اما سمعت ما
قال النبيُّ صلى الله عليه وسلم لي مع الله وقتٌ لا يسعني فيه ملكٌ مقربٌ ولا نبيٌّ
مرسلٌ ولم يقل وقتٌ مستمرٌ وكان عليه الصلوٰة والسلام تارة يشتغل بالنساء
والرجال واخرى لا يلتفت الى جبريل وميكائيل ومن ههنا قيل مشاهدة الابرار
بين التجلي والاستتار ثم

دوسری حکایت

بینما انا جالس ذات یوم بجامع تغلیکٓ اذْ شرعتُ فی الوعظ والتذکیر وحولی جمعٌ کثیرٌ ممن لایکادون یفقهون حدیثًا ولایهتدون سبیلاً وکلما ازددتُ فی البیان تدقیقًا وتحقیقًا ازدادوا حیرةً وضلوا طریقًا فلما رأیت لایحلّیهم سحرُ کلماتی ولایسری فی قلوبهم نفثاتی اخذنی اخذة الاسفِ وطفقتُ اکثر التلهف علی اضاعة الکلمِ واشاعةِ الحکمِ فی قومٍ صمٍّ بکمٍ ۵ +

بنام بعضے از اہلِ علم کہ در بیروت مقیم بودند و نام ایشان فراموش شدہ

الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی رسوله محمد واٰله واصحابه اجمعین - وبعدُ فانی قد سمعتُ ان المعلم الشهیر فاندیک الامریکانی النزیل ببیروت رتّب سلسلة من الکتب فی العلوم الجدیدة وسماها النقش فی الحجر وانی اُرید شراء جملة الکتب التی تضمنها هذه السلسلة من اولها الی اٰخرها وایضًا قد سمعت من بعض ثقات الهند الذین قد لاقوکم فی البیروت انّ تلک السلسلة یمکن وصولها الینا بتوسط جنابکم. فاسألکم یا مولنا انا بای طریق نطلبها وکیف نؤدی ثمنها وهل یمکن ارسالها الی الهند بالطریقة التی جرت فی سائر الممالک الانکلیزیة وهی ان اهالی البوسطة یبلغون الاشیاء الی المکتوب الیهم بعد اخذ الثمن ویرفعون الثمن الی المالک ویسمون هذه الطریقة بالانکلیزیة وُیلیوپےایبل وترجمتها بالعربیة (ما یجب اداء ثمنه) فمتی یصل الینا الجواب من عند حضرتکم الجلیلة نطلب تلک السلسلة الجدیدة بالطریقة التی تصفونها لنا والسلام خیر ختامه

جُملۃٌ صالحۃٌ

فی مآثر ناصح الملّة وموقظهم عن نوم الغفلة الذابّ عنهم فی کل فتنة و الناصر لهم عند کل ملمّة الذی جعل همته مقصورة علی اصلاحهم وَرَأی لذة حیاته فی نجاحهم و فلاحهم یهیم لهم فی کل وادٍ کصبٍّ هائم ولا یخاف فیهم لومة لائم اعنی الدکتور سر سید احمد ابن السید متقی ابن السید هادی الحسینی نسبًا والمدنی ثم الهندی محتدًا والدهلوی مولدًا شعر

طلوعُ الثنایا بالمطایا وسابقٌ الیٰ غایةٍ مَن یَبتدِرها یُقدَّم

فاعلم ایها المخاطب الجلیل اَنّ هذا الشیخ الاجل الامجد الهمام والسیّد الصند بل السّمیدع القُمقام هو اوّل من تصدّیٰ لاصلاح حال مسلمی الهند فی اواخر المائة الثالثة من الالف الثانی وافنیٰ عمره کما انفق ماله فی نصحهم والرافة بهم والشفقة علیهم والمجاهدة فیهم واوّل من ذبّ عن الاسلام وسافر لاجل ذلک الی اوربا ونشر هنالک محاسن الاسلام بین المسیحیین وطهر ذیله عمّا افتروا علیه ونسبوا الیه من المثالب المساوی (تعالیٰ عن ذلک علوًّا کبیرا) واثبت فضله علی ادیانٍ اُخریٰ بدلائل بیّنةٍ وبراهین متقنةٍ

له تقریبًا ۲۵-۲۶ برس گزرے ہوں گے کہ لندن سے ایک ماہوار عربی رسالہ موسوم بہ "مخلۃ ادبیہ" جاری ہوا تھا جس کے چند پرچے ایڈیٹر رسالۂ مذکور نے میرے نام بھی بھیجے تھے۔ ایڈیٹر نے بجائے قیمت ادا کرنے کے اُسکی قلمی اعانت کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ ایک آرٹیکل مرحوم سرسید احمد خاں کے حالات اور اُنکی ملکی و قومی خدمات پر اپنی ٹوٹی پھوٹی عربی میں لکھکر لندن بھیجنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر اُسکے بھیجنے سے پہلے معلوم ہوا کہ وہ رسالہ کسی وجہ سے بند ہوگیا اور وہ آرٹیکل راقم کے پاس مسودات میں یوں ہی پڑا رہا۔ اب جو اس ضمیمہ میں شامل کرنیکے لیے اسکو ڈھونڈا تو بہت ہی کم اوراق دستیاب ہوئے۔ چونکہ موجودہ حالت میں مضمون مذکور کو از سر نو مرتب کرنا راقم کی طاقت سے باہر تھا۔ اس لیے جسقدر اوراق بہم پہنچے انہیں کو بقدر امکان کسیقدر ترتیب دیکر اس ضمیمہ میں شامل کر دیا گیا ۱۲ حالی

سلك فيها طريق استدلالهم ونسج على منوالهم وهو اول من ادّعى ان دينًا من الاديان لم يفك رقاب الجوارى والغلمان عن ذل العبودية الا الاسلام واستدل على دعواه بآيات بيّنات من كلام العزيز الملك العلام واحاديث متصلة مرفوعة صحّت عن النبى خير الانام وهو اول من عزم على التوفيق بين ماجاء به القرآن وبين ماشهدت به الحكمة الجديدة وعلى رفع ما يتبادر الى الاذهان من الاختلاف بينهما كما فعل علمائنا المتكلمون فى صدر الاسلام لمّا شاعت الحكمة اليونانية بين المسلمين وخافوا عليهم ان يقعوا فى شبهات الملاحدة والزنادقة ÷

ولنذكر ههنا شيئًا يسيرًا من مساعيه الجميلة التى كانت مستمرة متسلسلة فى نصرة الاسلام والمسلمين من ۱۸۵۸ء الى زمان رحلته التى وقعت فى اوائل ۱۸۹۸ء ميلادية ÷

منها انه لمّا اضطرمت نار البغى والعدوان فى اقطار الهند من قبل العساكر الهندية ۱۸۵۷ء ميلادية وكان مسلموا الهند اذ ذاك مظنّة لخلاف الدولة الانكليزية لِما كانوا قبل استيلاء تلك الدولة فى نوع من العزة والمكنة والسلطان فى ممالك الهند - بادر الشيخ الى تاليف كتاب فى بيان اسباب البغى التى كان مرجع اكثرها الى غفلة اركان الدولة وسوء تدبيرهم فى الامور السياسية وكان الزمان زمان الاخذ والبطش والانتقام بحيث يفرّ المرء من اخيه و امّه وابيه وصاحبته وبنيه ويؤسرون ويسجنون ويقتلون ويصلبون فلم يسكت هناك من كلمة الحق والقى بنفسه الى التهلكة ليزيل كل شبهة

تختلج فی صدور اعیان الدولة من قِبَلِ المسلمین ویُبرّی ساحتهم من كل سوءٍ ویُطهّر ذیلهم عن كل رِجْسٍ +

ومنها انه الّفَ بعدَ ذلك كتابًا آخر على خلاف ما شاعَ واشتهر بین الملّة الانكلیزیة من رأیِ بعضِ مُربّی[1] الملك ومشیری الدولة منهم فی الهند انّ جماعة المحدِّثین من مسلمی الهند الموسومین بالوهابیة الذین لا یقولون بوجوب تقلید احدٍ من الائمّة المجتهدین لیسوا من اطاعة الدولة فی شیٔ ویرون ان الجهاد مع النصاریٰ ولاة الهند واجب على المسلمین ـ فلما اشتهر ذلك الكتاب مُزیّفًا للرأی المذكور بین الهند والانكلترہ ونظر فیه رجال الدولة واعیان الملة ووازنوا بینه وبین ذلك الرّأیِ لم یبق لهم شُبهةٌ فی قصور علم صاحب الرأی وقلّةِ تدبّره وضعف رأیه وانّه لم یتّبع فیه الا الظّن ولم یتمسّك الا بالقیاس ورفع بناءً من غیر اساسٍ ـ واطلقوا خلقًا كثیرا من اولٰئك المحدثین واتباعهم كانوا مأسورین مسجونین ولم یكن لهم ذنب ولا اثمٌ الا تسمیة الناس ایّاهم باسم الوهابیّة +

ومنها انه لمّا شاع كتاب السیرة المحمدیة الموسومة بلائف آف محمّد باللغة الانكلیزیة فی اربع مجلدات قد صنّفها احدٌ[2] من اكابر رجال الدولة وولاتها فی الهند بحیث لم یصنّف احدٌ من المسیحیین قبله كما زعموا مثل ذلك الكتاب على مخالفة الاسلام ـ وكان الشیخ حینئذٍ متقلد البعض اعمال الدولة تحت امر ذلك المصنف ـ شمّر الشیخ عن ساق الجدّ واخذ یتفحّص عما یحتاج الیه من

له ای المبشر ۔ ٢ ای مدّة یسیرة

الکتب والاسفار فی نصرة الاسلام والذبّ عن حَوزتِه فلم یظفر منه فی الهند الا بقدرٍ یسیرٍ لا یسمن ولا یغنی من جوعٍ۔ لما قد خربت خزائن الکتب الاسلامیة کُلُّها فی فتنة العساکر الهندیّة۔ فعزم علی الرحلة من الهند الی اُوربا لاجل ذٰلک واخذ معه ولدیه کانا یعرفان اللغة الانکلیزیة وسار بهما الی انکلترة واقام نحو سنتین بلندره وصنّف هناک کتابًا مبسوطًا سماه بالخطبات الاحمدیة فی الکشف عن حقیقة الاسلام لصیانته عن کل ما یفترون علیه و یطعنون فیه و یرمونه۔

ثم ترجم هٰذا الکتاب بلسان اهل انکلترة وطبعه واشاع وداول بین القریٰ والامصار من البرطانیة الکبریٰ وفی اکثر الممالک من اُوربا لیتمّ حجة الاسلام علی من کان ینکر علیه من دعاة المسیحیّة حتیٰ ان بعض اهل الانصاف من القسّیسین المامورین علیٰ دعوة اهل الهند الی دینهم اعترف ان احدًا من المسلمین مُنذُ بَدْءِ الاسلام الی الاٰن لم یکتب کتابًا جامعًا کاشفًا عن حقیقة الاسلام و محاسنه قطُّ فی لسان اهل المغرب کما کتب هٰذا الرجل کتابه الخطبات المحمدیة ولولاه لمّا تمّ علیهم حجة الاسلام۔

ومنها انه لمّا صار مُسلمو الهند مُشرِفین علی الموت الذی هو الذُّل والهوان بین ابناء الزمان، لما ترکوا مُسالمة الدّهر ومرافقته ولم یتّعظوا بموعظةٍ ونذرٍ کثیرةٍ، وزعموا انّ تعلم اللغة الانکلیزیّة والتکلم بها والممارسة فیها کفرٌ، ولا یجوز للمسلمین ان یرضوا بتعلیم اولادهم فی المدارس الانکلیزیة فحرموا کثیرًا من اعمال الدولة ومناصبها التی کانت شرط تقلیدها معرفة

اللغة الانكليزية ، ولم يزالوا يتنزلون عن معارج العز والجاه درجة بعد درجة حتى كادوا ان ينتهوا الى غاية ذلهم وهوانهم ، ويعودوا غرباء خاملين غامضين وهم فى اوطانهم حمله الرقة النوعية والاخوة الاسلامية على ان يصلح امرهم ويجمع شملهم ويقوم عوجهم ويسدد افكارهم ويثقف اراءهم ويدلهم على ما يقتضيه الاحوال الحاضرة من تعلم لسان ولاة العهد واكتساب العلوم المفيدة والمعارف الجديدة ، وترك التقليد فى المصالح الدنيوية والامور المعاشية والانسلاخ عن الرسوم القديمة التى رسخت فى قلوبهم كالاحكام الشرعية ، وغيرذلك من الامور التى لا يمكن ان يبقى امة من الامم العظيمة على عظمتها القديمة الاوان يلزموها انفسهم ويتشبثوا بها ويعضوا عليها بالنواجذ ، ويجتهدوا فيها ،

فلا زال الشيخ مع كبر سنه وعظم جثته وثقل جسمه يسير ويرتحل من بلد الى بلد ومن ناحية الى ناحية ، فيعظهم فى كل مجلس ويذكرهم فى كل محضر ويلومهم ويعاتبهم ويرفقهم ويلاطفهم ، وكان يطالبهم ان يبذلوا اموالهم ويجهدوا انفسهم فى تهيئة اسباب التعليم وتيسيرها لاخلافهم واعقابهم وترويج العلوم الجديدة ومداولة اللغة الانكليزية بين المسلمين المتوطنين فى بلاد الهند الآمنين فى كنف الدولة البرطانية كما فعل سائر ابناء وطنهم من الهنود والمجوس وغيرهم ،

فلما انتهى الامر الى ذلك استطاع الشيخ عند ذلك سبيلا الى تشكيل مدرسة كلية رفع بناءها فى بحبوحة الهند بحيث لم ير مثلها عين الزمان ولا سيما فى

ممالك الهند - وبنى حول المدرسة رباطًا متسعًا فى غاية الحسن والملاحة محتويًا على بيوتٍ متجاورةٍ متناسبة البناء متساوية المقدار صالحةٍ لان يسكنها الكبراء واهل الثراء - واشترط على المتعلمين (سواء كانوا من بلادٍ قريبةٍ او بعيدةٍ) ان يقيموا بتلك البيوت ويلتزموها ماداموا مشتغلين باخذ العلم لئلا يخالطوا قرناء السوء ويكونوا من معاشرة الاضداد بمعزلٍ ويحصل المواخاة بينهم بطول الصحبة ويَصلح افكارهم بدوام المذاكرة وجمع فيها بين التعليمين دينيّ ودنيويٍّ - ليتمكنوا من اصلاح امر معادهم ومعاشهم ويستغنوا عن مدارس الدولة التى خلت عن تعليم علوم الدين رأسًا - وطلب لنظم المدرسة وتعليم العلوم فيها وتربية المتعلمين المقيمين بها البارعين فى انواع العلوم من نجباء انكلترة المتحلين بالاخلاق الفاضلة والسير المرضية - واحضر ايضًا العلماء الاعلام من افاضل المسلمين لتعليم علوم الدين - وهيّأ لطلبة العلوم كل ما يحتاجون اليه من المسجد والحمام والمطبخ والمستراح والمستشفى - والآبار والاشجار والرياض والانهار والآلات المتنوعة لانواع الرياضات الجسمانية - والاماكن المنتظفة للمذاكرات العلمية - وغير ذلك مما لا يسعه للبيان +

ولا شك ان هذه المدرسة اوّل مدرسةٍ فى الدنيا تشكّلت لتعليم المسلمين بمحض التعاون والتعاضد من ابناء الملة وتكفلت لتعليمهم تربيتهم وتهذيب اخلاقهم وحفظ صحتهم وتنظيف لباسهم وتحسين كلامهم و ان يرشدهم الى معنى التمدن وحسن المعاشرة وينبّههم على ان القوم ما هو

والوحدة القومية ما هي ويحيي فيهم الاخوة الاسلامية التى قد ماتت بموت القدماء من اهل الملة البيضاء ويغرس فى قلوبهم منها شجرةً طيبةً اصلها ثابتٌ وفرعها فى السماء ويؤلف بين اشتات الفرق الاسلامية التى يتباغضون بينهم ويتنافرون ويتنازعون ويتخاصمون يعرض بعضهم عن بعض ويسبّ بعضهم بعضاً ثم لتوكيد هذا المقصد رأى ان يداول بينهم جرنالٌ مهذّبٌ للاخلاق والعادات محرّضٌ على المكارم والمعالى۔ مزهّدٌ فى بعض العلوم القديمة التى لا طائل تحتها، كاشفٌ عن المعارف الجديدة مرغّبٌ فيها مشعرٌ بان الاسلام باصوله وفروعه لا ينافى اصول التمدّن وفروعه ولا يمنع عن اتباع الملل المتمدنة فى العلوم والصناعات وسائر الحيل التى بلغوا بها غاية العز والمنعة والجاه وسبقوا كلّ امّةٍ من اصناف الامم الى اقصى مراتب الحكمة والدولة والسلطان۔ وسمّى هذا الجرنال بتهذيب الاخلاق۔

فلا زال يصدر فى كل شهر مرّةً او مرّتين الى نحو عشر سنة وكان من احسن الجرائد وضعاً وترتيباً وابلغها نظماً وبياناً واجزلها قدراً ومكاناً فى لسان اهل الهند۔

لم يسبقه جريدةٌ ولا جرنالٌ فى هذا الشان۔ فانتفع به المسلمون فى هذه الاقطار فوق ما يرجى ويتوقّع ان ينتفعون، حتى ان صلحت افكارهم وتحولت اراءهم وتزلزل بنيانُ العصبيّة التى كانت تحول بينهم وبين الحق المبين۔ غير ان المتقشفين من علماءهم والمقلدين من سفهاءهم والمتعصبين الخائضين فى بحر لجّيٍ يغشاه موجٌ من فوقه موجٌ من فوقه سحاب لم يتلقوه

بالقبول بل انکروا علیه وکفّروا من تصدّی لادارته ومن کان من اعوانه وانصاره ولکن لم یقدروا ان یمنعوا غیرهم من اصحاب الرای واهل النهیٰ عن موافقة الشیخ ومظاهرته فیما یرجع الی صلاح حالهم ومآلهم فبذلوا اموالهم لبناء المدرسة فوق ما یستطیعون.

ومنها انه بعد تاسیس بنیان المدرسة الکلیة لتعلیم المسلمین وتشئید مبانیها عقد[۱] مجلسا عمومیا باحثا عن امر تعلیم المسلمین المتوطنین فی کل ناحیة من نواحی الهند وانه کیف یمکن وصولهم الی الکمالات المطلوبة التی اقتضتها ضرورة الوقت ومع ذلک کیف یمکن لهم المحافظة علی بقایا السلف الصالح من علومهم القدیمة ولاسیما العلوم الدینیة التی تکاد تندرس رسومها وتمحو آثارها من بلاد الهند ومع التسبیل الی بقاء اللغتین الحاملتین لدینهم وعلمهم وحکمتهم وادبهم وتاریخهم وسیرهم فی اخلافهم واعقابهم اعنی العربیة والفارسیة اللتین قدجاء بهما المسلمون الاولون من فاتحی الهند واعوانهم وانصارهم وکانت کل واحدة منهما منذ قدوم المسلمین فی هذه الاقطار متداولة بینهم فکل ما کان من تعلیمهم وتعلمهم ومکاتبتهم ومراسلتهم وتصنیفهم وتالیفهم وانشائهم وانشادهم لنظمهم ونثرهم انما کان باحدیٰ هذین اللسانین وکانوا یکرمون العربیة ویحبونها ویتبرکون بها کما کانوا مستانسین بالفارسیة راغبین فیها مقبلین علیها - والآن کلاهما مشرفان علی الزوال قد انقطعا عن مدارس الدولة ومکاتبها رأسا ولم یبق فی بیوت المسلمین

---

[۱] یعنی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس ۱۲

منها الارمق ـ ومما الحيلة فى تعليم نساء المسلمين من وراء الستر وهن مقصورات
فى البيوت مستورات عن المعلمين والنسوة اللاتى يصلحن لتعليم النساء فلا يوجد
منهن فى ارض الهند الا ما شاء الله ـ والمدارس التى تشكلت لتعليم نساء اهل
الهند من تلقاء الدولة او من قبل دعاة المسيحيين فلا يامنها احد من اشراف
المسلمين ـ وايضا رأى الشيخ ان ينعقد ذلك المجلس على راس كل سنة فى بلد من
بلاد الهند ويأتيه المسلمون حينئذ مبعوثين من كل ناحية ويعرض من يشاء
من اعضاء المجلس ما بدا له من رأى او فكر او حيلة او تدبير فى امر التعليم
او فى كل ما يتعلق بصلاح الملة على من شهد منهم فى ذلك المجلس فمن شاء وافقه ومن شاء
لم يوافق فان توافقت كلمتهم فى امر او غلبت آراء الموافقين عزموا على
امضائه وصمموا فيه والا فلم يأخذوا به وتركوه كان لم يكن شيئا مذكورا
واول فائدة يستفيدونها من ذلك المجلس انه يتسع به دائرة الاتحاد
بين المسلمين يوما فيوما ـ فانهم يأتون فى كل سنة مرة من اماكن بعيدة
وبلاد قاصية لامر جامع فيه صلاح الملة فيجتمعون بعد ما كانوا متفرقين
ويتعارفون بعد ما كانوا متناكرين ويقيمون فى مقام واحد الى نحو خمسة
ايام او اكثر ليتمكنوا من دوام المصاحبة والمحادثة ويتفقوا فى الاكل والشرب
ويتساءلون ويتشاورون ويتحدثون ويتفاكهون ثم ما عدا تلك الفوائد
يخطب الخطباء من افاضل الناس يفيدون فى خطباتهم ما يناسب ذلك
المشهد من افادات جليلة يهتز بها القلوب ويتحرك بها النفوس الى معارج
الكمال المطلوب ؛

ومنها ان طائفة عظيمة من طوائف الهنود الذين سبقوا سائر ابناء الوطن فيما يقتضيه الاحوال الحاضرة من العلوم الجديدة والصناعة والسياسة والتمدن وفاقوا جميع الاقران والامثال فى معرفة اللغة الانكليزية وتقلدوا الاعمال الجليلة والمناصب الرفيعة من قبل الدولة بحيث لم يتركوا لاحد من اهل الوطن موضعاً للتقرب الى دولة العهد لحصول العزة والمكنة عند اركانها۔ شكلوا مجلساً عمومياً سموه بنيشنل كانگريس ليطالبوا دولة العهد ما وعدت من انها لا تفرق بين احد من اهل الهند واهل انكلترة بشرط استحقاقهم فى سائر الحقوق والمرافق ولا يرجح بعضهم على بعض فى تقليد الاعمال الجليلة والمشاركة فى وضع القوانين السياسية وغير ذلك وارادت تلك الطائفة ان يشاركوا معهم فى تلك المطالبات جميع اهل الهند ليضطر الدولة الى استماع ما يقولون واجابة ما يسألون فلما مضى على تشكل ذلك المجلس سنتان وجعلت طوائف اهل الهند يستحسنونه ويميلون اليه ويرغبون فيه قليلاً قليلاً ويأتيه الناس مبعوثين حين ينعقد المجلس من كل ناحية حتى ان كثيراً من المسلمين ايضاً عزموا على مشاركتهم فى هذا المجلس، تفطن الشيخ بانه ان ظفرت تلك الطائفة بمرادهم لن ينال المسلمين منهم الا الشر۔ فان الحقوق التى يدعون لسائر ابناء الوطن لا يمكن ان يحصل لقوم الا وان يكونوا اغنياء اعزة عند اركان الدولة عارفين باللغة الانكليزية والعلوم الجديدة معرفة تامة مطلعين على القوانين السياسية خبيرين باصول الدول المتمدنة الاوروباوية ولا شك ان المسلمين

لیسوا من تلک المزایا فی شیءٍ یعتدُّ بہ فلا بدان یستوعب الھنود جمیع تلک
الحقوق ویشارکوا فی الحکومۃ والقدرۃ والاختیار ولم یبق للمسلمین خلاق
فی العزۃ والمکنۃ والجاہ ویصیروا اذاً صاغرین خاضعین للھنود اکثر
مما کانت الھنود لھم فی سالف الزمان وینتھز الھنود فرصۃً لان یبدوا ما فی
انفسھم من الضغینۃ والبغضاء القدیمۃ التی قد بدت من افواھھم وما تخفی
صدورھم اکبر۔ فابتدر الشیخ عند ذلک الی تشکیل مجلسٍ اٰخر علیٰ رَغم مجلسھم
لتنبیہ المسلمین علیٰ انّ تلک المطالبۃ انما ھی نافعۃ للھنود خاصۃً لا
للمسلمین ولرفع القضیۃ الی ارکان الدولۃ واعلامھم بانّا معشر المسلمین کافۃً
لا نشارکھم فیما یدّعون وفیما یطالبون وانّا بُرَآءُ منھم ومما یقولون۔ فانتھی
الامر الی ان جزمت الدولۃ بانّ فی اسعاف ما یقترحون تامیرٌ لقومٍ خاصٍّ
علیٰ سائر الاقوام من اھل الھند۔ وانتبہ المسلمون بعد ما کانوا غافلین عن
تبعات تلک المطالبۃ وعواقبھا۔ فاعتزلوا عنھم وتبرأوا عن مشارکتھم ولم
یحوموا حولھا بعد ذلک من المسلمین الا نفرٌ قلیلٌ لیسوا فی اعداد شیءٍ منھم ؞

ومنھا انہ لما کان ممارسۃ العلوم الجدیدۃ فی الاکثر مُنتجاً للوھن فی امر
الدین ومظنۃً للالحاد والتدھر لما یُریٰ ویُسمع من احوال رجال العلم فی اوربا
وکان الشیخ اوّل من حرّض مسلمی الھند علیٰ تحصیلھا ورغّبھم فیھا فخاف علیھم ان
یجتنوا منہ ما اجتنت الملل المسیحیۃ فی اوربا ویتضرروا بالعلم فوق ما کانوا
یتضررون بالجھل ؞

وکان قلبہ مطمئناً علیٰ ان الاسلام الخالص عن الشوائب الصافی عن الاکدار

لا ینافضہ شئ من العلوم الیقینیۃ وانما ینا قض ما اشتبہ بالاسلام ولیس من الاسلام فی شئ، من آراء العلماء وقیاسات الفقہاء وخرافات القدماء من الفلاسفۃ والحکماء والبدع والاھواء والاخبار الواھیۃ المنقولۃ من کتب الیھود والسنن الزائغۃ الماخوذۃ من المجوس والھنود وغیر ذلک مما اخذ بحذافیر الاسلام وصار منہ بمنزلۃ الاخلاط من المزاج۔

وکانت الفحول من علماء الاسلام فی الھند کافۃ غافلین عما یقتضیہ ضرورۃ الوقت فکما کانوا ینھون عن تعلم اللغۃ الانکلیزیۃ وتحصیل العلوم الجدیدۃ کذلک کانوا یتناھون عن نصرۃ الاسلام بوجہ یناسب اذواق المعترضین وینطبق علی اصول مسلمۃ عند حکماء العصر کانوا لا یجوزون ان یسلکوا فی المدافعۃ عن دینھم طریقا لم یسلکھا الاولون بل کانوا لا یعرفون کیف السبیل الی الذب عن حوزۃ الاسلام فی ھذا الزمان، واین المفر من حملات الحکمۃ الجدیدۃ علی الملل والادیان وفیم الخلاص من شبھات الطبیعیین القائلین بامتناع الخرق فی القوانین الطبیعیۃ۔

فلما استیأس الشیخ من علماء الملۃ ان یتعھدوا امر الدین ویحافظوا علیہ ویدافعوا عنہ تصدی بنفسہ المنفردۃ لھذا الخطب الجسیم وشرع فی تفسیر القرآن الکریم علی اصل متقن ینطبق علی الحکمتین القدیمۃ والجدیدۃ ومع ذلک یشھد بہ العقل ولا یستنکرہ الشرع۔ وھو ان فعل اللہ وقولہ تبارک وتعالی لا بد ان یکونا متوافقین متلائمین بحیث لا یتخلف احدھما عن الآخر لئلا یلزم نسبۃ الکذب الی حضرتہ تعالی عن ذلک علوا کبیرا) ولا شک ان ما کان وسیکون فی عالمی الخلق والامر انما ھو من فعلہ تعالی فلا یمکن ان یوجد فی کلامہ المبین شئ یخالف ما فی عالم الخلق او فی

عالم الامر من الاسماء والصفات والافعال والآثار والقویٰ والکیفیات والحوادث والوقائع

ولما کان اصل اصول الاسلام هو القرآن الکریم الذی وصل الینا کما انزله الله

علیٰ رسوله من غیر تحریف ولا تصحیف ولا زیادة ولا نقصان ولم یکن الاحادیث والاخبار

بهذه المثابة وکان فی کتاب الله غنیة لنا عن کل ما عداه کما قال عمر بن الخطاب رضی

"حسبنا کتاب الله" اقتصر الشیخ علیٰ تفسیر القرآن ورأی ان فی المدافعة عن القرآن دفاع عن

الدین کله ولنذکر ههنا انموذجا من تفسیره الذی حمل فیه بعض الفاظ القرآن الحکیم

علیٰ معانٍ مجازیة لم یحملها عامة علماء الاسلام علیٰ تلک المعانی قبل الشیخ۔ قال الشیخ

فی تفسیر الآیات التی وقعت فی اوائل سورة البقرة فی بیان نعماء الجنة۔ اما حقیقة

الجنة التی علمنا ربنا فهی کما قال عز اسمه فی سورة السجدة "فلا تعلم نفس ما اخفی لهم

من قرة اعین جزاءً بما کانوا یعملون"۔ واما حقیقتها التی اخبر بها المخبر الصادق علیه

الصلوٰة والسلام فهی کما اخرج الشیخان عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول

الله صلی الله علیه وسلم "قال الله تعالیٰ اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت

ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر"۔ فلا یخفیٰ انه لو کان حقیقتها علیٰ ما زعموا انهم

هی الریاض والانهار والفواکه والثمار والجواری والغلمان وقصور من لؤلؤ وذهب

وفضة وانهار من لبن وخمر وعسل لکان مخالفا لما نطق به القرآن وما صح عن

النبی فان جمیع تلک الاشیاء مما تراه العیون وتسمعه الآذان ویخطر علیٰ قلب بشر۔

ولا یقال ان ما فی الجنة من الریاض والانهار وغیرها فی اعلیٰ واشرف من امثالها فی

هذه الدنیا غایة العلو والشرف فلا یلزم ان تریٰ بالعیون وتسمع بالآذان کما تریٰ و

تسمع امثالها فی هذه الحیوٰة الدنیا۔ لانها ان لم تکن تریٰ وتسمع فما منعها ان تخطر

علی قلب بشر- فان تلک النعماء التی امثالها موجودۃ فی ھذہ الحیوۃ الدنیا- وان کانت اعلی واشرف من امثالها الخسیسۃ الدنیویۃ غایۃ العلو والشرف فلا بد ان یکون بینها وبین امثالها نوع من المماثلۃ والمشارکۃ والا فلا وجہ لتسمیتها بهذہ الاسماء فان سلمنا انها لا تری بالعیون ولا تسمع بالاذان فلا نسلم انها لا تخطر علی قلب بشر ایضا- وقد علمت ان حقیقۃ الجنۃ من شانها ان لا یخطر علی قلب بشر- فعلم ان جمیع تلک النعماء التی تنسب الی الجنۃ انما هی عبارات عن قرۃ اعین تکون فیها وتمثیلات لها لتکون اوقع فی قلب الانسان واقرب الی فهمه الناقص وادراکه القاصر لحقیقۃ الجنۃ وماهیتها ٭

ثم اعلم ان الانسان کما خلقه ربه مجبول علی انه لا یدرک ولا یتصور الا ما ابصر بالعین او مس بالید او ذاق باللسان او شم بالانف او احس بالقوۃ السامعۃ وقرۃ اعین تکون فی الجنۃ لا ابصر مثلها الانسان بالعین قط ولا مس بالید ولا ذاق باللسان ولا شم بالانف ولا احس بالقوۃ السامعۃ فالفطرۃ الانسانیۃ تابی ان یبلغ الانسان کنه تلک القرۃ وحقیقتها- ثم ما یخاطب به الانسان انما یخاطب بما هو جار علی لسانه من الالفاظ والکلمات ولا یوجد فی لغۃ من لغات الانسان لفظ یعبر عن معنی لا یدرک بالحس فلا یمکن ان یعبر عن ذلک المعنی بعینه وان کان المعبر هو الله فانه قادر علی الممکنات لا علی المحالات- ثم کل لغۃ من لغات الانسان التی یخاطب بها بعضهم بعضا لا یوجد فیها ایضا لفظ ولا کلمۃ یعبر بها عن کیفیات هذہ الحدائد الدنیویۃ کالحموضۃ والحلاوۃ والوجع والالم والکلفۃ والراحۃ وانما یعبرون عنها بمرادفاتها او بنوع من التمثیل والتشبیه مع ان ذلک المرادف والتمثیل ایضا یحتاج الی التفسیر

اخر وهلم جرًّا - فما ظنك بحقائق الجنة التي عُبِّرعنها بقرة اعين كيف يمكن التعبير عنها بعينها وتصويرها في ذهن الانسان وان كان المعبِّر هو الله ٭

الّا انه لما كان الانسان مجبولاً على ستكشاف ما في اتيان المامور به من النفع وما في ارتكاب المنهي عنه من الضرر وكان لا يرغب في الطاعة الا بعد ما اطلع على نفعها ولا ينتهي عن المعصية الا بعد ما تبين مضارها وجب على كل نبي مرسل بل على كل مجدِّد يصلح بعض المفاسد العامة ان يبين ذلك النفع ويدل على تلك المضار ولو كان بنوع من التمثيل والتشبيه ٭

ولما كان التعبير عن حقيقة تلك القرة للاعين بعينها متعذرا وكذلك عن حقيقة ما يقابلها من الآلام الروحانية احتاج الشارع الى بيان جزاء الاعمال خيراً كان او شراً بكل راحة او كلفة لا يتصور راحة وكلفة فوقها في هذا العالم والمقصود من ذلك البيان انما هو تصوير تلك القرة للاعين وما يقابلها من الآلام الروحانية بوجه من التشبيه ولو كان ناقصاً لا هذه الراحة او الكلفة بعينها ٭

ولذلك فقد وقع في التوراة بيان تلك القرة بكثرة الاولاد ونزول الامطار وسعة الرزق والغلبة على الاعداء وامثالها وبيان ما يقابلها من الآلام الروحانية بموت الاولاد والقحط والوباء والهزيمة من الاعداء وما اشبه ذلك الا ان هذه الامثال وان كانت اوقع في قلوب بني اسرائيل وانفذ ولكنها لم تكن بحيث تعتبر بها سائر الامم والملل - فجاء القرآن بامثال ابدع منها في الانذار والتبشير واوقع في قلوب كافة الناس اوفق بحال كل فرد من افراد الناس شرقياً كان او غربياً باديًا كان او حاضرا عالمًا كان او جاهلاً فان كل قوم سواء كانوا من البلاد الحارة او الباردة يحبون بيوتاً مزخرفةً وبساتين ناضرة ومياهًا جارية وفواكه طيبة يفرحون بها كل فرحة ويرغبون فيها كل رغبة ويشتهونها ويميلون اليها - وايضاً كان في الحسن والجمال على اطلاقه لذة عجيبة تنجذب اليها النفوس وتهتز القلوب واعجب الحسن والجمال اذا كان في الانسان ولا سيما في الجواري والغلمان - فالتعبير عن قرة اعين تكون في الجنة بمثل هذه اللذات الفطرية - وعما يقابلها من الآلام الروحانية بامثال النار والحميم والضريع والزقوم انما المقصود منه ان يجزم بوجود كل نعمة لا يتصور فوقها نعمة في الجنة وبادراك كل نقمة لا يتصور فوقها نقمة في جهنم والا فالراحة التي تكون في الجنة والكلفة التي تكون في جهنم بالحقيقة فلا مماثلة بينها وبين هذه الامثال التي نطق بها القرآن ٭

تمّت بالخير

اعلان

کیا جاتا ہے کہ جملہ حقوق تصنیف و تالیف کتاب ضمیمہ اردو و نظم کلیات حالی بحق حضرت مصنف محفوظ ہیں۔ کوئی صاحب بلا اجازت جناب مصنف صاحب ممدوح اسکے کل یا جزو چھاپنے کے مجاز نہیں اگر چھاپینگے تو نقصان اُٹھائینگے۔ یہ کتاب براہ راست مصنف سے درخواست کرنے پر دستیاب ہو سکتی ہے

المشتہر

حافظ عبدالستار بیگ مالک تحفہ ہند پریس کوچہ روح اللہ خاں

صوبہ دہلی

اعلان

کیا جاتا ہے کہ جملہ حقوق تصنیف و تالیف کتاب ضمیمہ اردو و نظم کلیات جالی
بحق حضرت مصنف محفوظ ہیں۔ کوئی صاحب بلا اجازت جناب مصنف
صاحب ممدوح اسکے کل یا جزو چھاپنے کے مجاز نہیں اگر چھاپیں گے
تو نقصان اٹھائینگے۔ یہ کتاب برادر مصنف سے درخواست
کرنے پر دستیاب ہو سکتی ہے

المشتہر

حافظ عبدالستار بیگ مالک تحفہ ہند پریس کوچہ روح اللہ خاں

صوبہ دہلی